

يا الله جلّ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

يا رسول الله

قرآنی

مقام روحی
یا رسول الله

از
ترجمان اہلسنت

ابوالحق علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی زید مجدد

www.gulfishanmasjid.net

قریانی

ابوالحق علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی زید مجددہ

www.gulfishanmasjid.net

﴿جملہ حقوق محفوظ﴾

نام کتاب قربانی
مصنف ابوالحقائق علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی زید مجدہ
کمپوزنگ ساقی کمپوزنگ سنٹر گوجرانوالہ، قاری محمد امتیاز ساقی مجددی

03466049748

تعداد
سن اشاعت
صفحات
ہدیہ

ملنے کا پتہ

سنی پبلیکیشنز گوجرانوالہ، مین بازار محلہ رحمت پورہ نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دُیبا چہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين
وعلى آله واصحابه اجمعين۔ اما بعد!

قربانی زندہ قوموں کا شعار ہے، قربانی سے طاقتوری کا اظہار بھی ہوتا ہے اور بہادری کا بھی۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ جس قوم نے قربانی دینا سیکھ لیا وہ دنیا کی طاقتور اور بہادر ترین قوم کہلانے لگی اور سب اس قوم کی تحسین کرنے لگے۔

قربانی..... قربانی دینے والوں کو پستی کی بجائے بلندی عطا کر دیتی ہے کمزوری چھین کر شہزادی دیتی ہے۔ گمنامی کے اندھیروں سے نجات دے کر ناموری کی تابانیوں سے ہمکنار کرتی ہے۔ دورِ فرقت میں جلنے والوں کو پیغام وصل سناتی ہے

قربانی، سخاوت کا باعث بھی ہے اور سعادت کا بھی۔ عظمت کا سبب بھی ہے اور رفعت کا بھی۔ صفات کائنات بتاتے ہیں کہ خوشگوار اور لازوال زندگی اسی قوم کا مقدر بنی جس نے مرنا اور قربان ہونا سیکھ لیا۔

جو دیکھی ہسٹری میں نے تو یہ مجھ کو یقین آیا
جسے مرنا نہیں آیا اسے جینا نہیں آیا

اس بات پہ یقین نہ آئے تو مہندی کی بناوٹ پر غور کر لیں کہ اس نے محبوب کے تلووں کے
بوسے کے لیے کیسے صبر آزما، انگیز اور حوصلہ شکن مراحل کو طے کیا..... کتنے دکھ اور مصائب
جھیلے..... کتنی تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑا..... بقول شاعر

کٹی، کچلی گئی، پس کر، چھنی، بھیگی، گندھی مہندی
جب اتنے دکھ سہے، پھر جا کر قدموں سے لگی مہندی

وصل یار معمولی چیز نہیں، زہے نصیب کہ یہ حاصل ہو۔

محبوب کے قدموں کا بوسہ اتنا مشکل اور ہمت طلب ہے تو زلف یار کا بوسہ کس قدر آزمائشوں
اور امتحانوں کا حامل ہوگا؟

یہ تو کنگھی ہی بتا سکتی ہے کہ اس نے کونسی کٹھن منزلوں کو سر کیا تب کہیں جا کر زلف محبوب کا وصل
نصیب ہوا۔ پنجابی کا شاعر کہتا ہے:

جد تک عاجز، کنگھی وانگوں آرے پیٹھ نہ آوے
یار سجن دیاں زلفاں تائیں، کیونکر انگ لگاوے

اسی طرح مٹی بھی کمہاروں کا ظلم و تشدد برداشت کرتی ہے۔ مصائب اور تکالیف جھیلی ہے۔ حتیٰ
کہ ایک عرصہ تک آگ کے شعلوں کی تپش برداشت کرتی ہے، پھر کہیں جا کر پیالے کی شکل نصیب
ہوتی ہے اور محبوب کے ہونٹوں سے مس ہونے کا موقع نصیب ہوتا ہے۔ یہ جان فروشیاں، وفا
شعاریاں اور تسلیم و رضا مندیاں صرف محبوب اور مطلوب کی رضا، قرب اور وصل حاصل کرنے کی خاطر
ادا کی جا رہی ہیں..... قربانی دینے والا اپنی جان داؤ پر لگا کر، اپنی خوشیاں اور آرزو مندیاں دوسروں کی
جھولی میں ڈال دیتا ہے اور اس انتظار میں رہتا ہے کہ کبھی تو اس کا محبوب اس کی طرف نظر محبت سے
دیکھے گا اور یوں اس کے سارے غم اور دکھ کا فور ہو جائیں گے۔ ایک عربی شاعر نے کیا خوب کہا

نفس المحب على الألام صابرة

لعل متلفها يوما يداويها

یعنی محب صرف اسی لیے اتنے جانکاہ صدمے برداشت کرتا ہے کہ کبھی تو اس کا محبوب اپنے دکھی اور زخمی محب اور عاشق کے زخموں پر مرہم رکھے گا۔

محبوب کا ایک دفعہ دیکھ لینا ہی سارے غموں اور دکھوں کا علاج ہوتا ہے اور محبوب کی خوشی یقیناً کسی قربانی کے بعد ہی نصیب ہوتی ہے۔

کائنات کا ذرہ ذرہ اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ قربانی کے بغیر زندگی ناممکن ہے۔ قربانی اور جانثاری سے بظاہر حیات دنیوی ختم ہوتی دکھائی دیتی ہے، لیکن اس کے عوض حیات ابدی و سرمدی مل جاتی ہے۔ ایک تن آور، سرسبز و شاداب درخت کو کاٹ دیا جاتا ہے، اس کی گھنی اور ٹھنڈی چھاؤں سے محرومی کا احساس ہوتا تو ہے، لیکن وہ درخت بزبان حال پکار رہا ہوتا ہے کہ اے افسوس کناں! غم نہ کر میرا کٹنا بے کار اور بے مقصد نہیں ہے، بلکہ میری یہ موت دوسروں کی حیات کا سامان ہوگی میں ڈوبنے والوں کے لیے کشتی بن جاؤں گا، گھروں کی حفاظت کے لیے دروازے اور کھڑکیاں بن جاؤں گا، آرام و راحت کے لیے میز اور کرسیاں بن جاؤں گا، اور ایک زمانہ اس سے مستفید ہوتا رہے گا۔

ایک دانہ کو جب مٹی میں دبا دیا جاتا ہے بظاہر وہ ختم ہوتا نظر آتا ہے، لیکن حقیقت میں وہ بھی کہہ رہا ہوتا ہے: مجھے بے نشان سمجھنے والو! میں مٹا نہیں، تمہارے ہاتھوں مٹی میں اس لیے مل رہا ہوں کہ تمہارے گھروں کو دانوں سے بھر دوں، میں خاک میں مل کر گل و گلزار بن جاؤں گا اور تمہاری زندگی کو خوشگوار بنا دوں گا۔

مٹا دے اپنی ہستی کو گر کوئی مرتبہ چاہیے

دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

حقیقت یہ ہے جو قربان ہوتا ہے وہ صرف نظروں سے اوجھل ہوتا ہے مگر حقیقت میں پوری قوم کو زندگی بخش جاتا ہے اور پورے معاشرے میں اس کی جاں فروشی کے اثرات مرتب ہوتے ہیں فرمان خداوندی ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات الآیۃ (البقرہ ۱۵۴) میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سچ ہے کہ

بے نشانوں کا نشان مٹا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

اور

شہید اک مقصد اعلیٰ کی خاطر دے کے قربانی
نوید زندگی لاتے ہیں بہر نوع انسانی
مندرجہ بالا حقائق سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ زندگی اسی قوم اور اسی معاشرے کو ملتی ہے جو مرنا اور قربان ہونا سیکھ لیتے ہیں، جنہیں مرنا، مٹنا اور قربان ہونا نہیں آتا وہ حقیقی زندگی سے کوسوں دور رہتے ہیں

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سوار جب عقیق کٹا تب نگلیں ہوا

یہی وجہ ہے کہ قربانی کا تصور ہر قوم اور ہر دور میں مختلف انداز و اطوار سے موجود رہا ہے، لیکن چونکہ اسلام دین فطرت اور ترجمان حقیقت ہے۔ دیگر امور کی طرح اسلام کا تصور قربانی بھی تمام ادیان و اقوام سے جدا اور منفرد ہے۔ اسلام اطاعت و فرمانبرداری کا علمبردار ہے، وہ اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی، دین اسلام کی بالادستی اور عظمت رسالت کی رفعت و پاسبانی کے لیے وقت، مال و وطن اور اولاد کی قربانی کی ترغیب دیتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ، رسول اکرم ﷺ اور دین اسلام اگر جان کی قربانی کا

مطالبہ کریں تو مسلمانوں کو اس سے بھی قطعاً دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ سب کچھ قربان کر کے بھی یہی نعرہ لگانا چاہیے:

کیا پیش کریں تم کو کیا چیز ہماری ہے
یہ دل بھی تمہارا ہے یہ جان بھی تمہاری ہے

مسلمان کو جذبہ قربانی و جانثاری سے ہر وقت سرشار رہنا چاہیئے، اسلام نے اسے مختلف مواقع فراہم کیے ہیں۔ جن میں ایک موقع عید الاضحیٰ کا ہے۔ اہل اسلام حکم اسلامی پر لبیک کہتے ہوئے اپنے جذبات کا خوب اظہار کرتے ہیں اور قربانی کا ایک بہترین منظر عید قربان کے موقع پر جانوروں کو ذبح کر کے پیش کیا جاتا ہے۔

سطور ذیل میں اقوام سابقہ کی قربانیوں کا ذکر اور اسلامی قربانی کی تاریخی اور شرعی حیثیت کے متعلق گفتگو مطلوب ہے۔ چونکہ قربانی شعائر اسلام میں سے ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم یادگار ہونے کے علاوہ ہمارے آقا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا مبارک طریقہ بھی ہے۔ اس لیے عید قربان کے موقع پر اہل اسلام جگہ جگہ آپ کی یاد مناتے ہیں اور اپنے محبوب سرور عالم ﷺ کی سنت کو دہراتے ہیں۔ چونکہ ہر سال اس مبارک عمل سے تبرک و تعلق کی سعادت نصیب ہوتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس کے فضائل، مسائل اور آداب سے مکمل آگاہی حاصل ہو، تاکہ بارگاہ خداوندی میں سرخروئی مل سکے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عوام الناس آداب قربانی سے کما حقہ سبکدوش نہیں ہو پاتے، اس لیے عاجز نے عوام کی اصلاح کے لیے عام فہم انداز میں قربانی کی تاریخ، فضائل، مسائل اور اس کے آداب و احکام کو مختصر اور جامع انداز میں جمع کرنے کی حقیر سی سعی کی ہے۔ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ کوشش کے باوجود گزشتہ اشاعتوں میں کچھ فنی اور پروف ریڈنگ کی اغلاط رہ گئی تھیں، جن کی تصحیح ضروری تھی۔ اس لیے موجودہ ایڈیشن میں اصلاح کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے اور اب اس کتاب کو

نئی آب و تاب کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ احادیث کی مزید تخریج، بعض ضروری مسائل کا اضافہ اور کچھ ترمیم و اصلاح بھی کر دی گئی ہے۔ اس اشاعت میں قربانی کے تین ایام پر مخالفین کی تازہ تحقیق کو بھی شامل کر دیا گیا ہے تاکہ چوتھے دن قربانی کرنے پر دلائل دینے والوں کو آئینہ دکھایا جاسکے۔ اور عوام الناس اصل حقیقت کو جان سکیں۔ پوری کوشش کے باوجود اغلاط کا رہ جانا ایک فطری امر ہے لہذا قارئین سے التماس ہے کہ نشاندہی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

ان ارید الا اصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ

خیر اندیش:

ابوالحقائق غلام مرتضی ساقی مجددی

03007422469

بسم الله الرحمن الرحيم

باب نمبر ۱

تاریخ قربانی

قربانی کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود انسان کی، یہی وجہ ہے کہ ہر قوم اور ہر معاشرے نے اپنے اپنے مذہبی عقائد و نظریات کے مطابق اسے اپنائے رکھا۔ قربانی کا تصور بلا امتیاز تمام مذاہب میں موجود رہا ہے۔ لیکن اس قربانی کی نوعیت کیا رہی ہے؟ اس کے متعلق تفصیلاً بیان کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ تاہم مختلف قربانیوں کے متعلق مختصر بیان پیش خدمت ہیں۔

سب سے پہلی قربانی:

تاریخ انسانی میں سب سے پہلی قربانی انسان اول، حضرت ابوالبشر، سیدنا آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں نے پیش کی تھی۔ ان میں سے ایک کی قربانی مقبول ہوئی اور دوسرے کی مردود۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واتل علیہم نبأ ابنی ادم بالحق اذا قربا قربانا فتقبل من احدهما ولم يتقبل من

الآخر قال لا قتلک قال انما يتقبل الله من المتقين ﴿المائدہ، ۲۷﴾

ترجمہ: اور آپ انہیں آدم کے دونوں بیٹوں کی خبر ٹھیک ٹھیک پڑھ سنائیے! جب دونوں نے قربانی دی تو ایک سے قبول کی گئی اور دوسرے سے قبول نہ کی گئی۔ (اس دوسرے نے) کہا قسم ہے میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا۔ (پہلے نے) کہا (تو بلا وجہ مجھ سے ناراض ہوتا ہے) اللہ صرف پرہیزگاروں کی

طرف سے قبول فرماتا ہے۔

اس قربانی کی تفصیل کچھ یوں ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین کی طرف روانہ فرمایا۔ افزائش نسل کا سلسلہ چلا۔ انتظام یوں کیا گیا کہ حضرت حوا سلام اللہ علیہا کے ہاں ایک حمل سے دو بچے (لڑکا اور لڑکی) پیدا ہوتے تھے۔ صرف حضرت شیث علیہ السلام تنہا پیدا ہوئے، وہ بھی حضرت ہابیل کے بدلے میں۔ آپ کے ہاں سب سے پہلے پیدا ہونے والے جوڑے کا نام قابیل اور اقلیمہ ہے۔ بعض کے نزدیک یہ جوڑا جنت میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے بعد دو سال کے وقفہ سے جو جوڑا متولد ہوا، اس کا نام ہابیل اور لیوذا ہے۔ جبکہ آخری جوڑے کا نام ابوالمغیث اور ام المغيث ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی صلیبی اولاد کی تعداد اکتالیس بیٹے اور بیٹیاں ہیں جبکہ آپ کی وفات کے وقت آپ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد چالیس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔

نکاح کا طریقہ یوں تھا کہ ایک جوڑے کا لڑکا اور دوسرے جوڑے کی لڑکی کو ملا کر ازدواجی رشتہ قائم کر دیا جاتا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جب پہلے دونوں جوڑوں کے تعلق زوجیت کو استوار کرنے کا ارادہ فرمایا، تو خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ قابیل کا نکاح لیوذا سے اور ہابیل کا نکاح اقلیمہ سے کر دو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے یہ فیصلہ دونوں صاحبزادوں کو سنایا۔ حضرت ہابیل نے تو دل و جان سے تسلیم کیا، لیکن قابیل اکڑ گیا۔ کہنے لگا کہ میں نکاح کروں گا، تو صرف اپنے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی، اقلیمہ سے ہی کروں گا۔ کیونکہ وہ نہایت خوبصورت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے لاکھ سمجھایا کہ بیٹا! یہ میری بات نہیں بلکہ حکم خداوندی ہے، اسے مت ٹالو! مگر قابیل انکار کرتا رہا۔ بلکہ کہنے لگا یہ خدا کا حکم نہیں ہے، آپ اپنی رائے اور مرضی سے ایسا کر رہے ہیں، لہذا میں آپ کے حکم کو نہیں مانوں گا۔ اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ چلو اس طرح کرو کہ اپنی قربانی بارگاہ ربوبیت میں پیش کرو، جس کی

قربانی مقبول ہوگئی، وہ اقلیمہ سے شادی کا حقدار ہوگا۔ حضرت ہابیل نے اس فرمان کو راضی خوشی قبول کیا۔ لیکن قابیل نے صرف کاروائی اور خانہ پری کے طور پر مثبت اشارہ کیا اور دل میں یہ رکھا کہ میری قربانی مقبول ہو یا مردود، میں ہر حال میں اقلیمہ سے ہی شادی کر کے رہوں گا۔ چنانچہ دونوں اٹھے اور اپنی اپنی قربانی پیش کرنے چل دیئے۔ حضرت ہابیل بھیڑ، بکریوں کے مالک تھے اور قابیل کھیتی باڑی کرتا تھا۔ ہابیل، اللہ کے حکم پر راضی تھے۔ اس لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ایک نفیس ترین دنبہ اور اس کے ساتھ دودھ اور مکھن بھی پیش کیا۔ چونکہ قابیل کے دل میں نفسانی خواہشات اور شیطانی اثرات نے ڈیرہ جمار کھا تھا، اسے خدا کی رضا ہرگز مطلوب نہ تھی اور وہ یہی چاہتا تھا کہ میری قربانی قبول نہ بھی ہو پھر بھی اقلیمہ ہی میرے نکاح میں آئے گی۔ چنانچہ اس نے نہایت ردی اور گھٹیا قسم کی گندم پیش کی۔ دونوں کی چیزوں کو ایک پہاڑ پر رکھا گیا..... آسمان سے آگ اتری اور ہابیل کی قربانی کو جلا گئی۔ یہ آگ کا جلانا، اس بات کی دلیل تھی کہ حضرت ہابیل کی قربانی مقبول ہے اور قابیل کی قربانی مردود ہے..... (اس دور میں قربانی کے قبول ہونے کی ایک یہی علامت ہوا کرتی تھی) جب قابیل نے یہ منظر دیکھا تو بجائے سمجھنے کے، الٹا حسد کی آگ میں جلنے لگا اور حضرت ہابیل سے کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ حضرت ہابیل نے فرمایا کہ بھائی! اس میں میرا کیا قصور ہے؟..... کسی کی قربانی قبول کرنا یا رد کرنا خدا کا کام ہے۔ لہذا تم اس برے ارادے سے باز آ جاؤ، ورنہ بہت خسار اٹھاؤ گے..... لیکن قابیل کی شیطنت کو چین نہ آیا اور صرف نسوانی حسن کے لالچ میں آ کر اس نے اپنے سگے بھائی کو قتل کر دیا اور دوزخیوں میں سے ہو گیا۔ یوں یہ روئے زمین پر پہلا قاتل تھا اور یہ پہلی قربانی تھی جو خدا کی بارگاہ میں پیش کی گئی۔ ﴿تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۱۳۲ جزء ۶، تفسیر خازن ج ۱ ص ۴۴۵، تفسیر مظہری ج ۳ ص ۸۷، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۰۲، ۲۰۳ وغیرہ﴾

چونکہ روئے زمین پر قتل کا موجد قابیل ہے، اس لیے جو آدمی بھی کسی کو ظلماً قتل کرتا ہے، تو اس کا

گناہ جہاں اس قاتل کو ہوتا ہے، وہاں ایک حصہ قابیل کے نامہ اعمال میں بھی درج ہوتا ہے۔ چنانچہ روایت ہے:

قال النبی الا تقتل نفس ظلماً الا کان علی ابن ادم الاول کفل من دمها وذلك

لانه اول من سنّ القتل۔ ﴿بخاری ج ۱ ص ۱۷۱، ج ۲ ص ۱۰۸۸، مسلم ج ۲ ص ۶۰، مشکوٰۃ ص ۳۳﴾

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس جان کو بطور ظلم قتل کیا جاتا ہے تو حضرت آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) کے حصے میں اس کا خون ہوتا ہے کیونکہ اس نے قتل کے طریقہ کا آغاز کیا تھا۔

دور جاہلیت کی چند قربانیاں:

قدیم زمانہ میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لوگ بیجوں کی بوائی کے موسم میں زمین میں بیج ڈالنے سے قبل انسانی جان کو قربان کرتے تاکہ وہ فصل حاصل کر سکیں۔ یہ قربانی کسی معمولی شخص کی نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کے لیے کسی ایسے نوجوان مرد یا عورت کو منتخب کیا جاتا تھا جس نے خصوصی نگہداشت میں تربیت پائی ہو، اور وہ حسن و جمال میں بھی نمایاں ہو۔

﴿ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام گوجرانوالہ ص ۲۲-۲۵ شمارہ مئی ۱۹۹۵ء﴾

اس طرح ایران، پاک و ہند، یونان، روم، عرب، افریقہ، قدیم امریکہ میں قربانی کا عام رواج تھا اور یہ قربانیاں رضائے الہی، کفارہ معاصی، ازالہ غضب اصنام اور شاعر کے ملکہ شعر گوئی کی افزائش وغیرہ کے لیے دی جاتی تھیں۔

﴿اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۷ ص ۹۲۰﴾

اہل فارس کی قربانیاں:

.....ایران میں آریہ لوگوں کی سکونت تھی، یہ لوگ عناصر طبعی، اجرام فلکی اور قدرتی طاقتوں کی پرستش کرتے تھے۔ آگ کی پوجا اور پرستش تو عام ہوتی تھی، اسی کے لیے قربانیاں دی جاتی تھیں۔

﴿ملخصاً ہسٹی آف پرشیا ص ۳۹۷﴾

۲..... ساسانی خاندان کے مختلف لوگوں نے علیحدہ علیحدہ آتشکدے بنا رکھے تھے، جن میں آذرگشنسپ یا آتش شاہی کا آتشکدہ جو آذر بایجان میں واقع تھا..... شاہان ساسانی تکلیف و مصیبت کے وقت اس آتش کدے کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے اور وہاں نہایت فیاضی کے ساتھ زرو مال کے چڑھاوے چڑھاتے تھے اور زمین و غلام اس کے لیے وقف کرتے تھے۔

﴿بعہد ساسانیوں خلاصہ ص ۲۱۸﴾

۳..... آریہ اصنام پرست تھے اور ان کے دیوتا فطری قوتیں تھیں یا وہ اشخاص جو ان قوتوں کا پیکر سمجھے جاتے تھے۔ ابتداء میں نہ بت بنائے جاتے تھے اور نہ ان کے لیے بت خانے تعمیر کئے جاتے دیوتاؤں کی بڑی پوجا یہ تھی کہ ان کے لیے قربانیاں دی جاتیں۔ عام طور پر اناج اور دودھ کی قربانیاں پیش کی جاتی تھیں۔

گوشت ان دیوتاؤں کی قربان گاہ پر جلایا جاتا۔ پجاری خود بھی اسے کھاتے تھے اور اس کا بہترین حصہ پروہت (مذہبی کاموں کو باقاعدہ کرنے یا کرانے والے) کو دیا جاتا ہے۔ سب سے مرغوب ترین قربانی ”سومہ“ تھی۔ یہ ایک شراب ہے، جو ایک پہاڑی بوٹی سے کشید کی جاتی ہے۔ وہ اپنے دیوتاؤں کو بہت عالی شان اور طاقت ور سمجھتے اور جب تک وہ ”سومہ“ (شراب) پیتے رہتے وہ فنا اور موت سے بلند تر تھے۔ قربانی دینے والے یہ خیال کرتے کہ جن دیوتاؤں کے لیے انہوں نے قربانیاں دی ہیں وہ انہیں اس کے عوض بڑے بڑے انعامات سے بہرہ ور کر کے مالا مال کر دیں گے۔

﴿ورلڈ سول لائزیشن ص ۸۱﴾

۴..... اسی طرح وشنو (VISHNU) آریوں کے تین بڑے دیوتاؤں میں سے ایک تھا۔ کیونکہ یہ جنگ کے خلاف تھا، اس لیے اس کے لیے جانوروں کی قربانی نہیں جاتی تھی بلکہ پھولوں کے ہار پیش کئے جاتے تھے۔ ملخصاً۔ ﴿ورلڈ سول لائزیشن ص ۸۷﴾

ہندو مذہب میں قربانی:

ہندوؤں کے مختلف وید ہیں جن میں ایک ”رگ وید“ ہے۔ اس کے آخری منتر میں ہے کہ سب سے قدیم آدمی کو دیوتاؤں نے بطور قربانی ذبح کیا تھا۔۔۔

قربانی، پہلے بھی ان کی پوجا کا اہم عنصر تھی، لیکن اب اس کی اہمیت سو گنا بڑھ گئی، ساما وید، یجر وید، اتھر وید، رگ وید کے بعض منظوم اور بعض نثری حصوں کو الگ کر دیا گیا۔ انہیں قربانی کے وقت پڑھا جاتا..... دیوتاؤں کی خوشنودی کا انحصار قربانی پر تھا اور قربانی کی مقبولیت کا انحصار برہمنوں پر۔ کیونکہ صرف وہی لوگ صحیح طور پر قربانی کی رسم ادا کر سکتے تھے، ورنہ اگر وہ خود قربانی دیتے اور اس میں ذرا سی غلطی بھی سرزد ہو جاتی تو اس قربانی سے، قربانی دینے والوں کو الٹا نقصان پہنچتا۔

﴿انسائیکلو پیڈیا آف لیونگ فیتھ ص ۲۱۹، ۲۲۰ بحوالہ رگ وید ص ۹، ۱۰﴾

ہندو لوگ اپنی ماتا دیوی (درگا، دیوتا کی بیوی) کو بد شکل، بوڑھی اور ساحرہ کے روپ میں نمایاں کرتے ہیں اور باور کرایا جاتا ہے کہ بڑا دیوتا نکما اور بے کار ہے لہذا اس کی تخلیقی قوت مجسم بن کر اس کی بیوی درگا میں منتقل ہو گئی ہے، لہذا اسی کی پوجا کرنی چاہیے۔ تو اس کی پوجا کے وقت جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے۔ قدیم زمانہ میں زندہ انسانوں کو بھی اس کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھایا جاتا تھا۔

﴿ملخصاً، انسائیکلو پیڈیا آف لیونگ فیتھ ص ۲۳۲﴾

واضح رہے کہ درگا اور پاراوتی سیوا (دیوتا کی بیوی کے دو نام ہیں) کے لیے جانوروں کی قربانی کا اب بھی رواج ہے۔ قربانی پیش کرنے والا قربانی کا خون درگا کو پیش کرتا ہے، گوشت کا پسندیدہ ٹکڑا برہمن (وید کا عالم، پنڈت) لے اڑتا ہے اور باقی قربانی دینے والا خود کھاتا ہے یا دوسرے پجاریوں کو بھی کھانے کی دعوت دیتا ہے۔

عبرانیوں کی قربانیاں:

عبرانی لوگ بھی بڑے جوش و خروش سے قربانیاں پیش کرتے تھے۔

چنانچہ دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے:

عبرانیوں میں شکریے، کفارے اور حمد الہی کے لیے، لڑکے کے تولد ختنہ، شادی بیاہ، مہمانداری، فتح مندی، زمین کے جوتنے، کنویں یا عمارت کی بنیاد رکھنے اور باہمی معاہدات وغیرہ کے موقع پر قربانی ہوا کرتی تھی۔ ﴿اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۷ ص ۹۲۰﴾

اہل یونان کی قربانی:

اہل یونان دیوتاؤں کے مندروں میں بڑے قیمتی نذرانے پیش کرتے تھے اور اپنی منقولہ وغیرہ منقولہ (مال و دولت اور روزمین) جائیدادیں ان کے نام وقف کر رکھی تھیں۔ جب کوئی خاص مشکل پیش آتی تو انسانی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا جاتا۔ چنانچہ ”ایگا میمنون“ نے محض ”دیوی آرٹوس“ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی جواں سال بیٹی ”اینی گنیا“ کو اس کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا۔

اہل چین کی قربانی:

شانگ خاندان کے دور حکومت میں چین کے لوگ مختلف مظاہر فطرت کی پوجا کرتے تھے۔ زمین، دریا، ہوائیں اور سمتیں، مشرق و مغرب وغیرہ ان کے معبود تھے اور ان معبودان باطلہ کے لیے قربانیاں دیتے تھے۔ عام طور پر جانوروں کا گوشت جلا دیا جاتا۔ شراب بھی ان کی پسندیدہ قربانی تھی..... دیوتاؤں کی قربان گاہ پر انسانی قربانی کا بھی عام رواج تھا..... عام طور پر جنگی قیدیوں کو بھینٹ چڑھایا جاتا۔ بسا اوقات فوجی مہمیں صرف اسی مقصد کے لیے بیرون ملک بھیجی جاتیں کہ وہ غیر چینیوں کو قید کر کے لے آئیں اور ان کو قربانی کے طور پر اپنے معبودوں کے لیے ذبح کیا جائے۔

اہل مصر کی قربانی:

مصری لوگوں کا معمول یہ تھا کہ دریائے نیل جب خشک ہو جاتا تو وہ حسن کی پیکر ایک کنواری دو شیزہ کو اس کی بھینٹ چڑھاتے تو وہ جاری ہو جاتا۔ ورنہ خشک ہی رہتا۔ مصری لوگوں کی تمام تر پیداوار کا دار و مدار اسی دریا پر تھا اس لیے وہ اسے خشک ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے اور انہوں نے بزعم خود اس کا علاج اسی میں سمجھا کہ ایک حسین و جمیل نوجوان لڑکی کو اس پر قربان کر دیا جائے۔ تاکہ اپنی فصل کی پیداوار کو قائم رکھا جاسکے۔ جب امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں حضرت عمرو بن عاص ؓ نے اس علاقے کو فتح کیا اور آپ کو اس علاقے کا گورنر بنایا گیا تو مصری باشندوں نے فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص ؓ کو اپنے اس طریقہ کار سے آگاہ کیا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

اسلام ایسی غلط رسومات کو مٹانے آیا ہے، ہم یہ غیر شرعی کام ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عمر فاروق ؓ کو بذریعہ خط صورت حال سے باخبر کیا اور عرض کیا ہماری رہنمائی کی جائے کہ ہم اس ظالمانہ اور قاتلانہ کام سے کیسے جان چھڑا سکتے ہیں؟ حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت عمرو بن عاص ؓ کے بھیجے ہوئے قاصد کو ایک خط عنایت فرمایا، جو آپ نے دریائے نیل کے نام لکھا تھا، جس کا مضمون یہ تھا کہ:

من عبد اللہ عمر بن الخطاب امیر المؤمنین الی نیل مصر اما بعد! فان كنت تجری من قبلك فلا تجر، وان كان الله یجریك فاسأل الواحد القهار ان یجریك۔

﴿تاریخ الخلفاء ص ۱۲۷﴾

عمر کی طرف سے دریائے نیل کے نام:

اما بعد!..... ”اے دریا! اگر تو خود بخود جاری ہوا کرتا تھا تو پھر بالکل جاری نہ ہو، ہمیں تیرے پانی کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر تجھے اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا تو میں اس واحد اور قهار سے عرض گزار

ہوں کہ وہ تجھے جاری فرمادے۔

آپ نے قاصد کو فرمایا کہ اس خط کو دریائے نیل میں دفن کر دینا۔ چنانچہ آپ کی ہدایت کے مطابق خط کو دریا کی ریت میں دفن کر دیا گیا۔ اب خدا کی شان اور عظمت عباد الرحمن کا اظہار یوں ہوا کہ جو نبی حضرت فاروق اعظم ؓ کا خط خشک دریا میں دفن کیا گیا، وہ فوراً جاری ہو گیا اور اسی وقت اس قدر تموج و تلاطم خیزی سے جاری ہوا کہ سولہ ہاتھ اوپر آ گیا اور آج تک خشک نہیں ہوا۔ ﴿ کتاب العظمة لابى الشيخ ج ٤ ص ١٤٢٤ ، كتاب الكرامات ص ١١٩ و کرامات اولياء الله عزوجل مع شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة ج ٢ ص ٤٠٢ ، ٤٠١ لالکائی ، فتوح مصر ص ١٠٤ لابن عبدالحکم ، تخریج احادیث العقائد ص ١٤ ، حسن المحاضرہ ج ٢ ص ٣٥٣ للسیوطی ، البداية والنهاية ج ٢ ص ٢٧ ، دوسرا نسخہ ج ١ ص ١٣٩٨ دار ابن حزم لابن کثیر ، حجة الله على العالمين ج ٢ ص ٨٦١ ، تاریخ الخلفاء ص ١٢٧ ، الرياض النضرہ ص ، تکریم المومنین ص ٥٨ ، از نواب صدیق حسن بھوپالوی غیر مقلد ، جمال الاولیاء ص ٧٠ ، از اشرف علی تھانوی دیوبندی ﴾

دعوت غور و فکر:

اس واقعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب صحابہ کرام کی عظمت و شان کا یہ عالم ہے تو پھر صحابہ کرام ؓ کے آقا و مولیٰ، پوری کائنات کے ملجا و ماویٰ بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سردار و تاجدار حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کی عظمت و شان، رفعت و مقام اور قدرت و اختیار کا عالم کیا ہوگا؟.....

چاہیں تو اشاروں سے اپنے کا یہ ہی پلٹ دیں دنیا کی
یہ شان ہے خدمتگاروں کی، سرکار کا عالم کیا ہوگا

ابراہیمی دور کی قربانیاں:

كان الناس على عهد ابراهيم يذبحون الذبائح ثم يحرقونها۔

﴿دائرة المعارف القرن العشرين ج ۷ ص ۷۳۶﴾

ترجمہ: زمانہ ابراہیمی میں لوگ قربانیاں ذبح کر کے انہیں جلا دیتے تھے۔

نمرود کی قربانی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب نمرود دیوں کو سمجھایا اور احکام خداوندی کی طرف بلایا، تو وہ لوگ آپ کی بات ماننے کی بجائے آپ کے دشمن ہو گئے اور آپ کو جلانے کا ناپاک ارادہ کر بیٹھے۔ انہوں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہناتے ہوئے آپ کو شعلہ فشاں آگ میں جھونک دیا۔ لیکن قدرت نے آگ کو آپ پر گل و گلزار بنادیا اور آپ اس سے صحیح و سالم باہر تشریف لے آئے۔ نمرود نے جب یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا: میں نے آپ کے رب کی قدرت و عظمت کا جو مظاہرہ دیکھا ہے اس کے پیش نظر میں اس کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

جب تک تو اپنے دین پر قائم ہے، میرا خدا تیری قربانی قبول نہیں فرمائے گا۔ نمرود نے اپنے باطل دین کو تو نہ چھوڑا لیکن چار ہزار گائیوں کی قربانی پیش کر دی۔

﴿الکامل فی التاریخ ج ۱ ص ۱۰۰ لابن اثیر﴾

مشرکین کی قربانیاں:

مشرکین عرب کی قربانی کے کئی طریقے تھے۔

۱..... اپنے بتوں کے ناموں پر جانور ذبح کرتے اور ذبح کرتے وقت یوں کہتے:

بسم اللات، بسم المنات..... وغیرہ۔ ﴿عامہ کتب تفسیر﴾

۲..... انہوں نے اپنے بت کعبے میں نصب کر رکھے تھے اور کعبہ کے ارد گرد چند اور پتھر سجا رکھے تھے۔

ان کے پاس اپنے بتوں کا تقرب بطور عبادت حاصل کرنے کے لیے جانوروں کو ذبح کرتے، ان جانوروں کے خون اور گوشت بھی ان پر رکھ چھوڑتے، اور خیال کرتے کہ جب تک ایسا نہ کیا جائے ہماری قربانی مقبول نہیں۔ ﴿تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۳۵ و دیگر﴾

قرآن مجید میں ان کے اس عمل کا ذکر متعدد مقامات پر موجود ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وما ذبح علی النصب.....الآیہ ﴿المائدہ، ۳﴾

یعنی جو جانور، نصب کئے گئے پتھروں پر ذبح کئے جائیں، وہ بھی حرام ہیں۔

۳..... کفار مکہ فصلوں اور مویشیوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے، ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور ایک حصہ اپنے شریکوں اور بتوں کے لیے الگ کرتے، پھر اس میں دیکھتے اگر اللہ تعالیٰ کے حصہ کا پھل زیادہ ہوتا یا جانور موٹا تازہ ہوتا، تو اسے بتوں کی طرف منتقل کر دیتے اور اگر بتوں کا حصہ اچھا ہوتا، تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے حصے کو غریبوں، مسکینوں اور مہمانوں کے لیے خرچ کرتے، جب کہ بتوں اور شریکوں کے حصہ کو صرف ان کے پجاریوں پر صرف کرتے تھے۔ اس کے اس عمل کا ذکر درج ذیل آیت قرآنی میں کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وجعلوا للہ مما ذرأ من الحرث والا نعام نصیباً فقالوا هذا للہ بزعمهم وهذا لشرکائنا فما کان لشرکائهم فلا یصل الی اللہ وما کان للہ فهو یصل الی شرکائهم ساء ما یحکمون۔ ﴿الانعام، ۱۳۶﴾

یعنی انہوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ اللہ کے لیے مقرر کر لیا اور بزعم خویش یہ کہا کہ یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شرکاء کے لیے ہے، سو جو حصہ ان کے شرکاء کے لیے ہے، وہ اللہ کی طرف نہیں پہنچتا، اور جو حصہ اللہ کے لیے ہے، وہ ان کے شرکاء کی طرف

پہنچ جاتا ہے، یہ لوگ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ بعض کم فہم، بے عقل اور لاشعور لوگ اپنے خبث باطن کی وجہ سے مشرکین مکہ کی ان باتوں کو اہلسنت کے خلاف استعمال کرتے ہیں اور جھوٹا شور و غل کرتے ہیں حالانکہ مشرکوں اور سنی مسلمانوں کے عقائد و اعمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جس کی تفصیل کتب اہلسنت میں موجود ہے۔

مشرکین کی دو مشہور قربانیاں:

فرع و عتیرہ کفار مکہ کی دو مشہور قربانیاں تھیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱..... فرع: اونٹنی کا وہ پہلا بچہ جنہیں کفار اپنے معبودوں کے لیے ذبح کرتے تھے۔

۲..... عتیرہ: وہ جانور جسے کفار، رجب کے پہلے عشرہ میں اپنے باطل معبودوں کے لیے ذبح کرتے تھے، اس کو ”رجبیہ“ بھی کہتے تھے۔

﴿مسلم ج ۲ ص ۱۵۹، ۱۶۰ مع نووی، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۵، مشکوٰۃ ص ۱۲۹ مع حاشیہ﴾

اسلام کے ماننے والوں کو ابتدائی دور میں اس فرع اور عتیرہ کی رخصت دی گئی تھی، لیکن شرط یہ تھی کہ وہ جانور اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے، اسے خود بھی کھانا جائز اور دوسروں کو کھلانا بھی درست تھا احادیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بعد میں اس قربانی سے روک دیا گیا تھا۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول الله الا فرع ولا عتيرة۔

﴿ابوداؤد ج ۲ ص ۳۵، مسلم ج ۲ ص ۱۵۹، واللفظ له، مشکوٰۃ ص ۱۲۹﴾

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرع اور عتیرہ کوئی چیز نہیں۔

جمہور علماء کا مسلک یہی ہے کہ منع کی احادیث، جواز کی احادیث کی ناسخ ہیں، اب یہ عمل

منسوخ ہو چکا ہے۔

﴿مشکوٰۃ ص ۱۲۹، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۷۹، مرقاۃ ج ۳ ص ۳۱۵، نووی بر مسلم ج ۲ ص ۱۶۰﴾

ہر امت کے لیے قربانی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولكل امة جعلنا منسكا ليدكرو اسم الله على ما رزقهم من بهيمة الانعام۔

﴿الحج، ۳۴﴾

ترجمہ: اور ہر امت کے لیے ہم نے مقرر فرمائی ہے ایک قربانی تاکہ وہ ذکر کریں اللہ تعالیٰ کا اسم (پاک)، ان بے زبان جانوروں پر، ذبح کے وقت، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جتنی بھی ہدایت یافتہ امتیں گزریں ہیں، ان کی طرف جو نبی (ﷺ) اور رسول (ﷺ) تشریف لاتے تھے۔ ان کے وسیلے سے امتوں تک یہ حکم پہنچتا رہا ہے کہ ذکر خداوندی کے لیے جانوروں کی قربانی پیش کرو۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قربانی:

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں بھی قربانی کا عام رواج تھا چنانچہ محمد فرید وجدی لکھتے ہیں:

وبنی نوح مذبحاً قرب فيه الى الله حيوانات كثيرة

﴿دائرة المعارف القرن العشرين ج ۷ ص ۷۳۶﴾

ترجمہ: حضرت نوح علیہ السلام نے ایک ذبح خانہ (کمیلہ) بنا رکھا تھا جس میں آپ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں جانور قربانی کیا کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی قربانی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقریباً پوری مبارک زندگی ابتلاء و امتحان میں گزری۔ اور آپ نے

آزمائش کی بڑی بڑی کٹھن اور دشوار گزار وادیوں کو عبور کیا۔

رضائے خداوندی کے پیش نظر اعزہ و اقارب، خاندان اور برادری سے قطع تعلق کیا اور وقت کے سب سے بڑے جابر بادشاہ نمرود کے ساتھ مقابلہ و مباحثہ کیا۔

نتیجتاً اعلان حق کی پاداش میں آتشکدہ نمرود میں جھونک دیئے گئے۔ بعد ازیں آپ وطن مالوف بابل کو چھوڑ کر ملک شام کو سدھار گئے، مگر قدم قدم پر صبر و رضا، تحمل و بردباری کا اظہار فرمایا۔ ثابت قدمی، خندہ پیشانی اور جوانمردی سے ان کا سامنا کیا۔ آخر کار ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بڑھاپے کی تمناؤں کا مرکز، دعاؤں اور آرزوؤں کا ثمر، نور نظر اور سرور قلب و جگر، اکلوتے بیٹے کی گردن پر چھری چلانے کا بھی حکم مل گیا جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ آپ نے ملک شام پہنچ کر بارگاہ ربوبیت میں پوری الحاح و زاری کے ساتھ یہ دعا مانگی:

رب ھب لی من الصالحین ﴿الصّٰفّٰت : ۱۰۰﴾

میرے رب! مجھے ایک نیک بچہ عطا فرما دے
اللہ تعالیٰ نے دعائے ابراہیمی کو شرف قبول عطا فرمایا اور بشارت سنادی کہ اے ابراہیم! ہم تجھے ایسا بیٹا عنایت کریں گے جو حلم و حوصلے کا پیکر ہوگا۔
قرآن مجید میں ہے:

فبشرناہ بغلام حلیم۔ ﴿الصّٰفّٰت، ۱۰۱﴾

پس ہم نے انہیں حلیم بیٹے کی خوشخبری دی۔
یہ بشارت اس وقت پوری ہوئی جب آپ کی عمر مبارک تقریباً چھیالیس (۸۶) سال تک پہنچ چکی تھی۔ بڑھاپے کے عالم میں اس بیٹے کا ملنا کوئی کم خوشی نہیں رکھتا تھا۔

مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام جب اپنی عمر کے تیرہ چودہ سال کو پہنچے تو ایک رات حضرت ابراہیم علیہ السلام سو رہے تھے، اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے ابراہیم! میری راہ میں اپنے بیٹے کو قربان کر دو۔ خواب سے جب بیدار ہوئے تو غور و فکر کرنے لگے کہ یہ حکم کیسا ہے؟ اور کس کی طرف سے ہے؟ رحمان کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف ہے۔ سارا دن اسی سوچ و بچار میں گزر گیا۔ پھر رات آگئی، بستر پر محو خواب ہوئے تو پھر وہی منظر ہے، وہی مطالبہ ہے، ابراہیم! اپنے بیٹے کو میرے راستے میں قربان کر دو۔ دوسری صبح بیدار ہوئے، کافی سوچ و بچار کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ حکم شیطان کی طرف سے نہیں رب رحمان کی طرف سے ہی ہے۔ میرا اللہ مجھ سے میرے بیٹے کی قربانی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اور رؤیا الانبیاء وحی (بخاری ج ۱ ص ۲۵) انبیاء کرام کا خواب بھی وحی الہی ہوتا ہے۔ جب تیسری رات بھی یہ مطالبہ ہوا تو پھر کیا تھا۔ فداکاری، جان نثاری اور وفا کیشی کے پیکر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام غوراً اپنے لخت جگر اور نور نظر کو فرمان الہی کے مطابق قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر ایک بچہ دے کر مولا کریم کی رضا حاصل ہو جائے تو یہ سودا سستا ہے۔ لہذا دونوں باپ بیٹا صبح سویرے ہی گھر سے روانہ ہو گئے۔ ابھی راہ میں جا رہے تھے کہ ابلیس نے دیکھ لیا..... آگ بگولہ ہو گیا۔ ٹپٹا گیا۔ اور کہنے لگا آج تک ابراہیم نے ہر میدان میں مجھے نقصان اور خسارہ ہی دیا اور مجھے زخم پہ زخم لگایا ہے۔ آج اگر اس کا بنا بنایا کھیل بگاڑ کر نہ رکھ دوں، تو میرا نام بھی ابلیس نہیں۔ بڑی ہمت اور حوصلہ کر کے دوڑتا ہوا آپ کے گھر پہنچا۔ حضرت ہاجرہ سے پوچھنے لگا۔ آپ کے شوہر کدھر ہیں اور ننھا اسماعیل بھی دکھائی نہیں دے رہا؟ آپ نے فرمایا: دونوں باپ بیٹا سیر و تفریح کے لیے باہر گئے ہیں۔ جلدی سے اٹھو اور اپنے بیٹے کو ذبح ہونے سے بچا لو ورنہ چند لمحوں کے بعد تجھے اسماعیل نہیں، اس کی مردہ لاش ملے گی۔ پھر تم سدا پچھتاتی رہو گی۔ آپ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے سے بڑا پیار ہے۔ بھلا وہ اسے ذبح کیسے کر سکتے ہیں؟ نکلویہاں سے کذاب! تم ابلیس معلوم ہوتے ہو۔

ابلیس کے منہ سے نکل گیا کہ ان کا خیال ہے کہ انہیں یہ حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ الفاظ سنے تو پھر فرمایا: ظالم! جب خدا کا یہی حکم ہے تو پھر تو کون ہے درمیان میں آنے والا؟ ایک انہیں، اس جیسے ہزاروں اسماعیل بھی ہوں، تو ہم اپنے معبود حقیقی کے اشارے پر قربان کر دیں گے۔ ماں کا دل بہت نرم ہوتا ہے، اس لیے یہاں ابلیس کو کامل یقین تھا کہ کامیاب ہو جاؤں گا اور ابراہیم کو اس امتحان میں ناکام کر دوں گا، لیکن اسے منہ کی کھانی پڑی۔ ناکام ہو کر پلٹا۔ ایک اور حیلہ تلاش کیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آ گیا اور انہیں بہکانے کی کوشش کی۔ لیکن وہاں پر بھی ذلت اور شرمندگی اٹھانا پڑی۔ اس کے ناپاک عزائم کو زبردست ٹھیس پہنچی۔ لیکن ظالم نے ہمت نہ ہاری۔ ٹوٹا ہوا دل تھام کر ایک آخری حملہ بھی کر دیا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے الجھ پڑا۔

اے ابراہیم! اتنے دانا اور عقلمند ہو کر بھی بچے کو ذبح کرنے چلے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے اور بھی بڑے طریقے ہیں۔ بڑھاپے میں ایک بچہ ملا۔ وہ بھی اتنا حسین و جمیل جسے دیکھ کر چاند بھی شرماتا ہے۔ اس کو ذبح کر رہے ہو۔ ابراہیم! ہوش کرو۔ تمہاری نسل مٹ جائے گی۔ تمہارا نام لینے والا کوئی نہ رہے گا۔ اور یہ جو خواب خواب کی رٹ لگا رکھی ہے ضروری نہیں کہ یہ حکم خداوندی ہی ہو، وسوسہ شیطانی بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا بیٹے کو بچالو! اسے ذبح کرنے سے باز آ جاؤ۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ الفاظ سنے تو فوراً بھانپ گئے کہ یہ ابلیس ہی ہو سکتا ہے۔ اسی وقت ایک فرشتہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یہ شیطان ہے، اسے کنکریاں ماریں! آپ نے فوراً زمین سے سات کنکریاں اٹھائیں اور اسے دے ماریں۔ اور تین دفعہ ایسا ہی سلوک کیا۔ ایک دفعہ جمرہ عقبہ پر دوسری مرتبہ جمرہ وسطیٰ پر اور تیسری مرتبہ جمرہ کبریٰ پر۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ قیامت تک حج کے لیے آنے والوں کو حکم دے دیا کہ مجھے ابراہیمی ادا اپنا کے دکھاؤ۔ جہاں اس نے کنکریاں ماریں، تم بھی

وہاں کنکریاں مارو آج ان تینوں مقامات پر بڑے بڑے تین نشانات موجود ہیں اور وہاں پر حجاج کرام رمی جمار کر کے ابراہیمی سنت کو تازہ کرتے ہیں۔

شیطان کی فریب کاریاں نہ تو حضرت ہاجرہ پر اثر انداز ہوئیں، نہ حضرت اسماعیل کے قدموں کو متزلزل کر سکیں اور نہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ارادے کو بدل سکیں۔ دونوں باپ بیٹا جارہے ہیں۔ بیٹا باپ کے پیچھے پیچھے ہے۔ ایک بار بھی نہیں پوچھا کہ ابا جان! کہیں یہ ابلیس درست تو نہیں کہتا؟ کیا پروگرام ہے آپ کا؟ الولد سر لایہ، بیٹا باپ کا مظہر ہوتا ہے۔ آپ کی صحبت نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جذبہ تسلیم و رضا اور ذوق جاں فروشی سے خوب آشنا کر دیا تھا..... بقول اقبال

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزند کی

جب دونوں باپ بیٹا، مقام منیٰ کی پہاڑی کے قریب پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے نور نظر کو حقیقت حال سے آگاہ کیا..... یٰٰنِیْ اَنِیْ اَرِیْ فِی الْمَنَامِ اَنِیْ اَذْبَحُکَ
اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں خود کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

فانظر ماذا ترى ﴿الصّافات، ۱۰۲﴾ اب بتا تیری رضا کیا ہے؟

بیٹا جو کہ تسلیم و رضا کا پیکر تھا، باپ کی بات سن کر عرض گزار ہوا:

یٰٰبَتِ اَفْعَلْ مَا تَوْمَرُ سَتَجِدْنِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (ایضاً)

میرے پدر بزرگوار! کر ڈالئے جو آپ کو حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر والوں سے پائیں گے۔

مزید عرض کیا ابا جان! ذبح کرنے سے قبل مجھے اچھی طرح باندھ لیں کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بے خبری میں اپنے اعضاء ہلا بیٹھوں اور آپ کے جسم مقدس اور پاکیزہ لباس پر میرے خون کے چھینٹے نہ

پڑ جائیں، اس لیے اپنے کپڑے سمیٹ لیں، کہیں اسے دیکھ کر میری ماں پریشان نہ ہو جائے۔ چھری کو اچھی طرح تیز فرمالیں اور تیزی سے میرے حلق کو کاٹ دیں تاکہ مجھ پر آسانی ہو جائے، کیونکہ موت ایک شدید چیز ہے۔ اور میری امی کو میرا سلام عرض کرنا اور اگر ہو سکے تو، میری قمیض میری والدہ کو لوٹا دینا تاکہ وہ اس سے اپنے زخمی دل کو سکون پہنچا سکیں۔ بیٹے کی یہ ہمت افزا اور قابل تحسین و مسرت وصیتیں سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ بیٹے کو دعائیں دینے لگے اور فرمایا:

نعم العون انت یا بنی علیٰ امر اللہ ﴿تفسیر کبیر جزء ۲۵ ص ۱۵۸﴾

بیٹا!..... تو نے یہ الفاظ کہہ کر خدا کا حکم پورا کرنے میں میری بہت خوب مدد کر دی۔ کامیابی کی منزل تک پہنچنے میں تو میرا بہترین مددگار ثابت ہوا ہے۔ فرط محبت میں آکر آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا منہ چوم لیا، اس حال میں کہ آپ نے ان کو باندھا تھا، دونوں کی آنکھوں سے (خوشی کے) آنسو جاری تھے، جب چھری کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نازک حلق پر رکھا، تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فوراً ایک اور عرض داشت پیش کی: ابا جان!..... آپ میرے چہرے پر کپڑا ڈال لیں کہیں آپ کا ہاتھ میری محبت کی وجہ سے رک نہ جائے اور میں مقام مقبولیت سے محروم رہ جاؤں۔ بیٹا اپنی دردناک وصیتیں پیش کر چکا اور باپ نے جب انہیں پورا کرنے کا مکمل یقین دلایا تو..... بقول حفیظ جالندھری:

ہوئے اب ہر طرح تیار دونوں باپ اور بیٹا

چھری اس نے سنبھالی تو یہ جھٹ قدموں میں آلیٹا

بچھاڑا اور گھٹنا سینہ معصوم پر رکھا

چھری پتھر پر رگڑی ہاتھ کو حلقوم پر رکھا

زمین سہی پڑی تھی آسمان ساکن تھا بے چارہ

نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا حیرت کا یہ نظارہ

چشم فلک نے ایسا منظر نہ کبھی دیکھا تھا اور نہ دیکھے گی۔ باپ نے تیزی سے معصوم بیٹے کی نازک گردن پر چھری پھیرنا شروع کی۔ کہ یکنخت عالم بالا سے صدائیں آنے لگیں: بس!..... بس!.....

یا ابراہیم - قد صدقت الرؤیا ﴿الصفّات: ۱۰۴، ۱۰۵﴾

ترجمہ: اے ابراہیم! (بس ہاتھ روک لو) بیشک تو نے خواب کو سچ کر دکھایا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پکار کو سنا۔ جب نظر اٹھائی تو سامنے دنبہ موجود تھا۔ آپ پہاڑی سے اترے اور میدان منیٰ میں آکر اس دنبہ کو ذبح فرمادیا۔ اور رہتی دنیا تک اپنی حسین یادگار قائم فرمادی۔

واضح رہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں وہ دنبہ بھیجا گیا تھا جو حضرت ہابیل نے قربانی کیا تھا۔ جب کہ بعض کے نزدیک وہ دنبہ پیش کیا گیا جو چالیس سال تک جنت میں چرتا رہا تھا۔ ﴿تفسیر خازن ج ۴ ص ۲۲، تفسیر روح المعانی ج ۱۲ جز ۲۳ ص ۱۳۱، تفسیر کبیر جز ۲۵ ص ۱۵۳ تا ۱۵۸، تفسیر قرطبی ج ۸ جز ۱۵ ص ۱۰۲﴾

حضرت سلیمان کی قربانی:

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میرا گھر بیت المقدس تعمیر کرو۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے دور مبارک میں اس کی تعمیر کا سلسلہ شروع کیا لیکن وہ اس کو مکمل نہ کر سکے۔ عمر کا آخری حصہ تھا اور انہیں اس کے متعلق زبردست احساس اور فکر تھی کہ میں خانہ خدا کی تکمیل نہیں کر سکا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی ارشاد فرمایا: تم پریشان نہ ہو! میں تیرے بیٹے سلیمان سے اس کی تعمیر مکمل کروں گا..... سو آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ امر سونپا گیا۔ آپ نے اس کی تعمیر کو تکمیل کی منزل تک پہنچایا۔ جب تعمیر مکمل ہو گئی تو

قرب القرابین وذبح الذبائح وجمع بنی اسرائیل ﴿مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۰﴾

ترجمہ: اس وقت بنی اسرائیل کو جمع کیا، جانور ذبح کیے گئے اور خدا کی بارگاہ میں (شکرانے کے طور پر) قربانیاں پیش کی گئیں۔

..... ﴿﴾ جب ہیکل سلیمانی تیار کی گئی تو اس وقت بھی قربانی پیش کی گئی تھی اور یہ قربانی پیش کرنے والے حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔ دائرہ معارف میں ہے:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ہیکل تیار کی تو قربانیاں کی تعداد لاکھوں تک پہنچی۔

﴿﴾ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۷ ص ۹۲۰ ﴿﴾

بنی اسرائیل کی قربانی:

بنو اسرائیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو حلال نہیں کیا تھا..... اس لیے وہ لوگ جب کوئی جنگ یا جہاد کرتے تو مفتوحہ علاقوں سے حاصل ہونے والا مال و دولت سیم و زر اور جانور وغیرہ ایک جگہ پر لا کر رکھ دیئے جاتے۔ اور اسی طرح جب کوئی شخص قربانی دینا چاہتا تھا تو اس کا طریقہ کار بھی یوں تھا کہ وہ نفیس ترین گندم یا محبوب ترین دنبہ وغیرہ کسی کمرے میں لا کر رکھ دیتے، جس کا چھت کھلا ہوتا، اس وقت کے نبی علیہ السلام کمرے کے اندر تشریف فرما ہوتے اور بنی اسرائیل کمرے سے باہر ارد گرد کھڑے ہوتے، وہ نبی علیہ السلام خدا سے ہم کلام ہوتے اور دعا و التجاء فرماتے۔ خدا تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرماتا اور آسمان سے آگ اترتی، جس میں دھواں وغیرہ نہیں ہوتا تھا، صرف کڑک کی آواز سنائی دیتی، وہ آگ اس مال غنیمت یا قربانی اور گندم کے ڈھیر کو جلا کر رکھ بنا دیتی۔ آگ کا اس قربانی کو جلانا، یہ قبولیت کی علامت ہوتی تھی اور اگر آگ اس قربانی کو نہ جلاتی تو یہ عدم قبولیت کی نشانی ہوا کرتی تھی۔

﴿﴾ تفسیر کبیر ج ۹ ص ۱۲۱، تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۱۱، تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۸۸ ﴿﴾

نوٹ: یہ مضمون بخاری ج ۱ ص ۴۴۰ اور مسلم ج ۲ ص ۸۵ مع النووی پر بھی موجود ہے۔

یاد رہے حضور اکرم ﷺ کی برکت و توسل سے اہل اسلام پر مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔ جیسا

کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول الله ﷺ احلت لي الغنائم ولم تحل لا حد قبلي۔

﴿بخاری ج ۱ ص ۶۲، مسلم ج ۱ ص ۱۹۹ واللفظ لہ﴾

میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا اور مجھ سے قبل وہ کسی کے لیے حلال نہیں تھا۔

مزید دیکھئے! بخاری جلد اول ص ۴۴۰ کتاب الجہاد باب قول النبی ﷺ احلت

لکم الغنائم الخ، مسلم جلد ثانی ص ۸۵، کتاب الجہاد والسير، باب تحلیل الغنائم
لهذه الامة خاصة۔ مع النووی۔

یہودیوں کی قربانی:

یہودیوں کے ہاں قربانیوں کی کئی قسمیں تھیں مگر اہم اور عام مروج یہ پانچ طریقے تھے: سوختی
قربانی، نذر کی قربانی، سلامتی کا ذبیحہ، خطا کی قربانی، چرم کی قربانی۔

انہوں نے ہر شخص کے لیے ایک قربانی کو مخصوص کر رکھا تھا۔ مثلاً:

شاہی قربانی کے لیے بیل، عام قربانی کے لیے بھیڑ اور بکری، غریب آدمی کے لیے فاختہ یا
جوان کبوتر اور مفلس کے لیے جو کی روٹی۔ یہ قربانیاں مسیح کے عرفان کے مختلف درجوں کو ظاہر کرتی ہیں۔

﴿ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام گوجرانوالہ شمارہ مئی ۱۹۹۵ء﴾

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قربانی:

عرب کے عام باشندے، اپنی قربانی بتوں کے نام پر کرتے تھے۔ لیکن حضور ﷺ کے سلسلہ
نسب سے تعلق رکھنے والے افراد و احباب چونکہ مومن و موحد اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم
تھے اس لیے ان کی قربانی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوتی۔ جیسا کہ کتب سیر و تواریخ میں
موجود ہے کہ:

حضرت عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں دس بیٹے عطا کئے وہ سب جواں ہمت اور صحت مند ہوئے تو میں ایک بیٹے کو راہ خدا میں قربان کر دوں گا۔ خدا کا کرنا ایسے ہی ہوا کہ حضرت عبدالمطلب کو گوہر مراد حاصل ہو گیا۔ جب سب سے چھوٹے بیٹے حضرت عبداللہ کی عمر تقریباً اٹھارہ بیس سال کی ہو گئی تو آپ نے اپنے تمام بیٹوں کو بلایا اور اپنی مانی ہوئی نذر کا قصہ سنایا۔ سب بیٹوں نے عرض کیا ہماری جانیں حاضر ہیں۔ جسے آپ چاہتے ہیں قربان کر لیں۔ چنانچہ آپ خوشی خوشی اٹھے اور بیت اللہ شریف میں فال نکالنے والے آدمی کے پاس چلے گئے۔ تاکہ وہ فال نکالے اور جس کے نام قرعہ نکلے اسے راہ خدا میں قربان کر دیا جائے۔ اتفاق سے قرعہء فال حضور ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ ﷺ کے نام نکلا۔ حضرت عبداللہ سب سے پیارے بھی تھے اور حسن و جمال کے پیکر بھی، لیکن آپ کے دل میں ذرا نرمی پیدا نہ ہوئی کیونکہ معاملہ حضرت عبدالمطلب اور خدا تعالیٰ کا تھا۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب نے چھری پکڑ لی، آستینیں چڑھا لیں اور حضرت عبداللہ کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ جونہی سرداران قریش کو معلوم ہوا وہ دوڑے دوڑے آئے اور کہنے لگے عبدالمطلب! یہ کیا کرنے لگے ہو۔ اپنے نور نظر، لخت جگر اور چاند سے زیادہ حسین بیٹے کو ذبح کرنے لگے ہو۔ نہیں نہیں۔ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ آپ نے فرمایا یہ معاملہ میرا اور میرے پروردگار کا ہے۔ تم کون ہو اس میں دخل دینے والے؟۔ انہوں نے منت، سماجت شروع کر دی۔ آخر کار بات یہ طے ہوئی کہ حجاز کی سباح نامی عرافہ کے پاس جاؤ وہ جو فیصلہ کرے گی اس کو سب تسلیم کریں گے۔ چنانچہ اس نے ایک دن کی مہلت کے بعد قریش سے پوچھا: تمہارے ہاں مقتول کی دیت کیا ہے.....؟ انہوں نے کہا دس اونٹ۔ تو وہ کہنے لگی: تم واپس چلے جاؤ۔ ایک طرف دس اونٹ کھڑے کر دینا اور دوسری طرف عبداللہ۔ پھر فال نکالنا۔ اگر قرعہ اونٹوں کے نام نکلا تو ان کو ذبح کر دینا تمہاری منت پوری ہو جائے گی۔ اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلا، تو پھر دس دس اونٹ بڑھاتے جانا۔ جب اونٹوں

کے نام قرعہ نکلے گا تو انہیں ذبح کر دینا تمہاری نذر پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ قافلہ یہ فیصلہ لے کر واپس مکہ پہنچ گیا اور عرفہ کی ہدایت کے مطابق قرعہ نکالنے کا سلسلہ شروع کر دیا، قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نہ نکلا، تو وہ دس دس، اونٹ بڑھاتے رہے۔ حتیٰ کہ سوا اونٹوں تک پہنچے۔ اس وقت قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا تین بار قرعہ اندازی کرو۔ اگر تینوں بار قرعہ، اونٹوں کے نام نکلا تو تسلیم کروں گا، ورنہ نہیں، کائنات عالم کی خوش نصیبی کہ تینوں بار قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ چنانچہ وہ سوا اونٹ ذبح کر دیئے گئے اور اذان عام دے دیا گیا کہ ان کے گوشت کو جو چاہے جتنا چاہے لے جائے، کسی کو روکا نہ جائے یہاں تک کہ کسی گوشت خور پرندے اور درندے کو بھی ان کا گوشت کھانے سے منع نہ کیا جائے۔ ﴿سیرۃ نبویہ لابن کثیر ج ۱ ص ۱۷۵، البدیۃ والنہایۃ ج ۱ ص ۳۸۹ دار ابن حزم، سیرۃ نبویہ لابن ہشام ص ۱۸۸ تا ۱۹۲، سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۶، شرح مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۹۰ تا ۹۶، کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۹۳، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۱۵۳ وغیرہ﴾

حضرت عبداللہ کی قربانی کا ذکر زبان رسالت پر:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک اعرابی (دیہاتی) حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اس نے ان الفاظ سے سلام کیا:

السلام علیک یا ابن الذبیحین -

﴿سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۶، شرح مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۹۷، کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۹۲، تفسیر

کبیر ج ۲ ص ۱۵۳﴾

ترجمہ: اے دو ذبیحوں کے بیٹے! آپ پر سلام ہو۔

حضور ﷺ اس کا یہ سلام سن کر مسکرائے اور کوئی اعتراض نہ کیا، تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے

عرض کیا، حضور! وہ دو ذبیح کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور

دوسرے میرے والد ماجد حضرت عبداللہ ہیں، کیونکہ انہیں بھی اللہ کی رضا کے لیے قربان کرنے کا ارادہ کیا گیا تھا تو سوا ونٹ آپ کے بدلے میں ذبح کئے گئے لہذا وہ بھی ذبح اللہ ہیں۔
 حضور ﷺ خود بھی کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے:

انا ابن الذبیحین۔ ﴿تفسیر کبیر ج ۲۶ ص ۱۵۳، سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۶﴾
 ترجمہ: میں (خدا کے نام پر قربان ہونے والے) دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔

دعوت فکر:

مقام غور و فکر ہے کہ سرور عالم ﷺ کتنے ناز سے اپنی نسبت اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ ﷺ کی طرف فرما رہے ہیں کہ دنیا والو! دیکھ لو! میں اسی ہستی کا بیٹا ہوں جسے ذبح اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس انداز اور اسلوب سے یہ بات روز روشن کی طرح نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ آپ کے دادا جان حضرت سیدنا عبدالمطلب اور والد ماجد حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہما موحد اور خدا پرست تھے اور یہ قربانی خدا کے نام پر ہوئی تھی۔ اگر یہ قربانی بتوں یا باطل معبودوں کے نام پر ہوتی تو حضور ﷺ اس قربانی کا ذکر اس انداز سے ہرگز نہ فرماتے۔

ان نادانوں کو خدا کے غضب سے ڈرنا چاہیے جو حضور ﷺ کے آباء و اجداد کو سرے سے مسلمان اور موحد ہی نہیں مانتے بلکہ الٹا کافر اور مشرک گردانتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

حالانکہ دیگر دلائل سے قطع نظر آپ کے والد کا نام عبداللہ (اللہ کا بندہ) اس بات پر پختہ دلیل ہے کہ وہ اللہ کو ماننے والے تھے، ورنہ یہ اسلامی نام ہرگز نہ رکھتے۔ اور کتنی تعجب خیز ہے یہ بات کہ ساری دنیا کو دولت ایمان تقسیم کرنے والے آقا ﷺ کے والدین اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہ جائیں۔ حالانکہ اسلام، ایمان، جنت اور خدا کی رحمت تو ان کے گھر کی چیزیں ہیں۔

اہل گلشن کے لیے بھی ہے باب گلشن بند
اس قدر کم ظرف باغبان دیکھا نہیں کوئی



باب نمبر ۲

اسلام کا تصور قربانی

واضح رہے کہ اسلام کا تصور قربانی سب اقوام سے عمدہ، پاکیزہ، اعلیٰ اور افضل ہے۔ اسلام کے نزدیک قربانی کا مقصد عیش و طرب، خواہشات نفسانی کی تکمیل اور محض جانور کا خون بہانا نہیں، بلکہ اسلام نے اپنے متعلقین و منسلکین کو قربانی کی صورت میں رضائے خدا و خوشنودی مصطفیٰ (عز و جل و علیہ التحیۃ الثناء) کے حصول کا بہترین طریقہ اور نفیس ترین سلیقہ سکھا دیا اور اسلام و بانی اسلام ﷺ پر اپنا تن، من، دھن نثار کرنے کا عمدہ ذریعہ بتا دیا جس کے واسطے سے مسلمانوں کے دلوں میں خدا عز و جل کی عظمت اور حبیب خدا ﷺ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ خلوص اور ایثار کا جذبہ موجزن ہوتا ہے۔ مخلوق پروری، بندہ نوازی، غمگساری اور ہمدردی کا ولولہ بیدار ہوتا ہے قربانی کا مقصد خدا کو منانا، سنت نبوی کو اپنانا، طریقہ ابراہیمی کو بجالانا اور شیطانی قوتوں کو خائب و خاسر بنانا ہے۔

قربانی حکم خداوندی ہے:

درج ذیل آیات بینات میں قربانی کی حقیقت پر واضح ارشادات موجود ہیں۔

.....ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿﴾

لکل امة جعلنا منسك ليدكروا اسم الله على ما رزقهم من بهيمة الانعام

﴿الحج، ۳۴﴾

ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مقرر کی تاکہ وہ ان جانوروں کو اللہ کا نام لے کر ذبح کریں جو انہیں اللہ عزوجل کی طرف عنایت ہوئے ہیں۔

اس آیت مبارک میں واضح طور پر فرمایا گیا کہ قربانی کا مقصد عیش و عشرت نہیں، اللہ کا ذکر و عبادت ہے۔ اور یہی مقصد، امت محمدیہ کے علاوہ تمام امتوں کو باور کرایا گیا۔

.....﴿﴾ دوسرے مقام پر اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی، حضرت رسول مکرم ﷺ سے

ارشاد فرمایا:

قل ان صلواتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین۔ ﴿الانعام، ۱۶۲﴾

ترجمہ: (محبوب!) کہہ دو میری نماز میری قربانی اور میری زندگی اور میری وفات (سب) اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

.....﴿﴾ ایک اور مقام پر اپنے محبوب ﷺ کو یوں حکم فرمایا:

فصل لربك وانحر ﴿الکوثر، ۲﴾

ترجمہ: سواپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

درجہ بالا آیات مبارکہ میں ارشاد ہوا کہ قربانی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا تھا کہ کیا خدا تعالیٰ کو قربانی کے جانوروں کے گوشت، پوست، کھال اور بال کی حاجت ہے.....؟ تو

اس کا جواب درج ذیل آیت میں ارشاد فرمایا:

لن ينال الله لحومها ولا دماءها ولكن يناله التقوى منكم ﴿الحج، ۳۷﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو ان (جانوروں) کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے، البتہ تمہاری طرف سے اس کی بارگاہ میں تقویٰ پہنچتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں تقویٰ کا ذکر کر کے اشارہ فرمادیا کہ قربانی کے بارے میں تمہارا خلوص اور تقویٰ دیکھا جائے گا۔ دل میں خلوص اور عمل میں تقویٰ کا رنگ جتنا زیادہ ہوگا، بارگاہ ربوبیت میں قبولیت کا شرف اتنا ہی زیادہ نصیب ہوگا۔ لہذا خلوص اور تقویٰ کے متعلق ہر ممکن کوشش کرو تا کہ شرف قبول حاصل ہو۔

✽..... قربانی کے گوشت کے حوالے سے یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اس کا گوشت صرف اپنے تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ ان مسکینوں کو بھی کھلایا جائے جو قناعت کی چادر اوڑھے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ وہ نہ کسی سے اپنا حال کہتے ہیں اور نہ کسی کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں اور ان سانکوں کو بھی نوازا جائے جو تمہارے پاس مانگنے آتے ہیں۔ اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطَعُوا الْقَنَاعَ وَالْمَعْتَرِ﴾ (الحج، ۳۶)

ترجمہ: تو ان (قربانیوں) سے خود بھی کھاؤ اور قناعت کرنے والے فقیر اور بھیک مانگنے والے محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔

قربانی سنت ابراہیمی ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

﴿وَتَرْكُنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ﴾ (الصافات، ۱۰۸)

ترجمہ: یعنی ہم نے اس یادگار کو بعد والوں میں بھی رکھا ہے۔

احادیث مبارکہ میں قربانی کو اس حوالے سے بھی متعارف کرایا گیا ہے کہ یہ سنت ابراہیمی

ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال اصحاب رسول الله ﷺ يا رسول الله ماهذه الاضاحي؟ قال سنة ابيكم ابراهيم۔

﴿سنن ابن ماجه ص ۲۳۳، مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸، الترغيب والترهيب ج ۲ ص ۱۵۴، مشکوٰۃ ص ۱۲۹﴾

ترجمہ: صحابہ کرام ؓ نے حضور اکرم ﷺ سے قربانی کے متعلق عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ قربانیاں

کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔

گویا ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ہم قربانی کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار قائم کئے

ہوئے ہیں۔

ضروری وضاحت:

اس حدیث پاک سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ اسلام بزرگوں کی یادگاریں ختم

کرانے نہیں آیا بلکہ انہیں قائم رکھنے کے لیے آیا ہے۔ لہذا اپنے نیک بزرگوں کی یادیں منانی

چاہئیں۔ وہ لوگ جو خوف خدا اور شرم نبی سے عاری ہو کر بزرگوں کی یادیں منانے والے مسلمانوں پر

کفر و شرک اور بدعت و گمراہی کے فتوے جڑتے ہیں انہیں اس فتویٰ بازی کے ذوق سے باز آجانا

چاہیے، کیونکہ اسلامی معمولات کا اکثر و بیشتر حصہ کسی نہ کسی نبی (ﷺ)، رسول یا صحابی (رضی اللہ عنہ) کی یاد

سے ہی وابستہ ہے۔ لہذا ان یادوں کو منانا شرک نہیں، عشق ہے، بدعت نہیں، سراسر محبت ہے۔

دوسری بات یہ بھی قابل غور ہے کہ عربی میں لفظ ”اب“ صرف حقیقی باپ کے لیے نہیں بولا جاتا

بلکہ اس کا استعمال دادا، چچا اور کسی بڑے بزرگ کے لیے بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث پاک میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مسلمانوں کا ”اب“ (باپ) کہا گیا۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلمانوں

کے حقیقی باپ نہیں بلکہ اکابر اور بزرگوں میں سے ہیں۔ اس پر قرآن و حدیث کے متعدد شواہد موجود

ہیں۔

قربانی سنت مصطفویٰ ہے:

قربانی جہاں ابراہیمی یادگار ہے، وہاں سنت حبیب پروردگار بھی ہے۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اقام رسول اللہ ﷺ بالمدينة عشر سنين يضحى

﴿جامع ترمذی ج ۱ ص ۸۲ واللفظ لہ مسند احمد ج ۲ ص ۳۸، مشکوٰۃ ص ۱۲۹﴾

رسول اکرم ﷺ مدینہ طیبہ میں دس سال قربانی کرتے رہے۔

﴿.....سیدنا براءؓ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے قربانی والے دن ارشاد فرمایا:

ان اول ما نبدا به في يومنا هذا ان نصلي ثم نرجع فنحرم من فعله فقد اصاب سنتنا

﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۲ واللفظ لہ، مسلم ج ۲ ص ۱۵۴، مشکوٰۃ ص ۱۲۶﴾

ہم اپنے آج کے دن کی ابتداء یوں کریں گے کہ نماز پڑھیں گے پھر واپس آکر قربانی دیں گے، پس جس نے یہ عمل کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا۔

﴿.....سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

كان رسول الله ﷺ يذبح وينحر بالمصلى۔ ﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۳،

واللفظ لہ، نسائی ج ۲ ص ۲۰۲، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲، مشکوٰۃ ص ۱۲۶، ۱۲۷﴾

رسول کریم ﷺ عید گاہ میں (جانوروں کو) ذبح اور نحر کرتے تھے۔

عید گاہ میں قربانی کرنے یہ وجہ بھی ہو سکتی تھی کہ عید کے موقع پر آنے والے عظیم اسلامی اجتماع کو اس مبارک عمل کا علم ہو سکے اور وہ اس کا طریقہ بھی جان لیں۔

﴿.....سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں:

بخاری ج ۲ ص ۸۳۴، مسلم ج ۲ ص ۱۵۶، ۱۵۵، ابوداؤد

ج ۲ ص ۳۰، مشکوٰۃ ص ۱۲۹ واللفظ لہ، ابن ماجہ ص ۲۳۲ ﴿

رسول اللہ ﷺ نے دو سنگوں والے چتکبرے مینڈھے اپنے ہاتھوں سے ذبح فرمائے اور بسم

اللہ اور اللہ اکبر کہا۔

مندرجہ بالا حقائق سے قربانی کی حقیقت خوب نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ قربانی سے مقصود

رضائے خداوندی کا حصول ہے قربانی کے ان مقاصد و مطالب کے پیش نظر کوئی مسلمان بھی قربانی کی اہمیت و ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا۔



باب نمبر ۳

اسلامی دور کی چند قربانیاں

گذشتہ صفحات میں انسان اول حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الزمان نبی حضرت

سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ تک کی قربانیوں کا ذکر گزرا ہے۔ آئندہ صفحات میں دور اسلام کی چند قربانیوں کا ذکر

مقصود ہے، جس میں بانی اسلام حضرت رسول اکرم ﷺ کی قربانیوں اور آپ کے متبعین یعنی صحابہ کرام

ﷺ کی قربانیوں کا تذکرہ ہوگا۔

بانی اسلام ﷺ کی قربانیاں:

بانی اسلام حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے غلاموں و جان نثاروں کو قربانی کا حکم دینے کے

ساتھ ساتھ خود عملی طور پر قربانی کر کے بھی دکھائی ہے جیسا کہ گذشتہ سطور میں یہ حدیث پاک گزری ہے

کہ آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں دس سال متواتر قربانی فرمائی۔ اس کے علاوہ صلح حدیبیہ اور حجۃ الوداع کے مبارک موقع پر بھی بانی اسلام حضرت رسول مکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے قربانیاں فرمائی ہیں۔ آپ نے ان مختلف اوقات میں دنبوں، بکریوں، گائیوں اور اونٹوں کو ذبح فرمایا۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ان النبیا کان یضحی بالمدينة بالجزور احیانا وبالکبش اذالم یجد جزورا۔

﴿سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۷۲﴾

یعنی نبی اکرم ﷺ مدینہ طیبہ میں کبھی تو اونٹ کی قربانی دیتے اور جب اونٹ نہ ملتا تو مینڈھے کی قربانی فرماتے تھے۔
مینڈھوں کی قربانی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ضحی رسول اللہ ﷺ بکبش اقرن فحیل یا کل فی سواد ویمشی فی سواد وینظر

فی سواد ﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱، ابن ماجہ ص ۲۳۳، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، مشکوٰۃ ص ۱۲۸﴾

ترجمہ: رسول پاک ﷺ نے سینگوں والے، موٹے تازے مینڈھے کی قربانی فرمائی، اس کا منہ، پاؤں اور آنکھیں سیاہ تھیں۔

..... ﴿حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:﴾

ذبح النبی ﷺ یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجدین

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ذبح کے دن دو سینگوں والے چتکبرے، خسی مینڈھوں کی قربانی

فرمائی۔ ﴿زجاجة المصانیح ج ۱ ص ۴۰۴، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰ واللفظ لہ، ما بن ماجہ ص ۲۳۲﴾

..... ﴿حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:﴾

ان رسول اللہ ﷺ انکفأ الی کبشین اقرنین املحین فذبحهما بیدہ

﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۳ واللفظ لہ، مسلم ج ۲ ص ۱۵۵، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، مشکوٰۃ ص ۱۲۷﴾

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ دو چتکبرے مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے، تو آپ نے انہیں اپنے

دست مبارک سے ذبح فرمایا۔

..... سیدنا انس رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:

﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۳﴾ کان النبی ایضحی بکبشین وانا اضحی۔

نبی کریم ﷺ دو مینڈھے قربانی دیتے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی دیتا ہوں۔

..... حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ایک سینگوں والا مینڈھا لانے کا حکم فرمایا، جس کے ہاتھ پیر اور آنکھیں سیاہ

ہوں۔ چنانچہ قربانی کے لیے ایسا مینڈھا لایا گیا، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ، پھر فرمایا: اس کو

پتھر سے تیز کرو، میں نے اس کو تیز کیا۔ پھر آپ نے چھری لی۔

واخذ الکبش فاضجعه ثم ذبحہ..... الحدیث

ترجمہ: اور آپ نے مینڈھے کو پکڑ کر پہلو کے بل لٹایا اور اسے ذبح کر دیا۔

﴿مسلم ج ۲ ص ۱۵۶، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، مشکوٰۃ ص ۱۲۷﴾

..... حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان النبی ﷺ خطب ثم نزل فدعا بکبشین فذبحهما

﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳ وقال هذا حدیث صحیح﴾

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا، پھر دو مینڈھے منگوائے اور انہیں ذبح فرمایا۔

..... ﴿حضرت ابورافع ؓ فرماتے ہیں:﴾

ضَحَّى رسول اللہ ﷺ الكباشين املحين موجوئين حصيين۔

﴿نصب الرأية ج ٤ ص ٢١٦﴾

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے دو چتکبرے، خسی مینڈھے قربانی فرمائے۔

بکریوں کی قربانی:

حضرت ثوبان ؓ بیان کرتے ہیں:

ضَحَّى رسول اللہ ﷺ ثم قال يا ثوبان اصلح لنا لحم هذه الشاة قال فما زلت

اطعمه منها حتى قدمنا المدينة ﴿مسلم ج ٢ ص ١٥٠، ابوداؤد ج ٢ ص ٨١ واللفظ له﴾

رسول اللہ ﷺ نے دوران سفر ایک بکری قربانی فرمائی تو مجھے اس کا گوشت بنانے کا حکم

فرمایا۔ میں مدینہ منورہ واپس آنے تک وہ گوشت آپ کو کھلاتا رہا۔

..... ﴿حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:﴾

كنت افتل قلائد الغنم للنبي ﷺ فيبعث بها

﴿بخاری ج ١ ص ٢٣٠ واللفظ له، مسلم ج ١ ص ٢٢٥، ترمذی ج ١ ص ١١٠، نسائی ج ٢ ص ٢٠﴾

ترجمہ: میں حضور اکرم ﷺ کی قربانی والی بکریوں کے ہار کے لیے رسی بناتی..... تو آپ (وہ

ہاران کے گلے میں ڈال کر) انہی (مکہ مکرمہ) بھیج دیتے۔

..... ﴿آپ ہی سے مروی دوسری روایت کے الفاظ ہیں:﴾

اهدی النبي ﷺ مرة غنما

﴿بخاری ج ١ ص ٢٣٠، مسلم ج ١ ص ٢٢٥، ابن ماجہ ص ٢٣٠، مشکوٰۃ ص ٢٣١﴾

ترجمہ: ایک مرتبہ نبی پاک ﷺ نے (میدان منیٰ میں) بکریوں کو قربانی کے لیے بھیجا۔

..... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

وان كان ليذبح الشاة فيتبجح بها صدائق خديجة فيهديها لهن

﴿ترمذی ج ۲ ص ۲۲۸ وقال هذا حديث حسن صحيح غريب﴾

ترجمہ: اور آپ ﷺ جب کبھی بکری ذبح فرماتے تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو تلاش کر کے اس بکری کا گوشت انہیں بھجوا کر دیتے۔

..... دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

وربما ذبح الشاة ثم يقطعها اعضاءاً ثم يعيئها في صدائق خديجة

﴿بخاری ج ۱ ص ۵۳۹ واللفظ له، مسلم ج ۲ ص ۲۸۴، مشکوٰۃ ص ۵۷۳﴾

ترجمہ: اور آپ اکثر بکری ذبح فرماتے، اس کے مختلف ٹکڑے بنا کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں میں تقسیم فرماتے۔

..... ایک روایت میں ہے:

وكان رسول الله ﷺ اذا ذبح الشاة فيقول ارسلا بها الى اصدقاء خديجة -

﴿مسلم ج ۲ ص ۲۸۴﴾

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب بھی بکری ذبح فرماتے تو حکم دیتے کہ اس (میں سے) خدیجہ کی سہیلیوں کو بھی بھیج دو۔

ان روایات سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بکری کی قربانی بھی فرمائی ہے

گائے کی قربانی:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ہمارے پاس قربانی والے دن (نوذوالحجہ کو) گائے کا گوشت لایا گیا، میں نے پوچھا یہ کیسا

ہے؟ قال نحر رسول اللہ ﷺ عن ازواجه -

﴿بخاری ج ۱ ص ۲۳۱، واللفظ له،، بخاری ج ۱ ص ۲۳۲، مسلم ج ۱ ص ۴۲۴، مشکوٰۃ ص ۲۳۱﴾
ترجمہ: تو گوشت لانے والے نے بتایا کہ رسول پاک ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف سے گائے ذبح کی ہے۔
..... دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ضحی رسول اللہ ﷺ دعن نساءہ بالبقر

﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۴ واللفظ له، نصب الراية ج ۴ ص ۲۱۶، مسند احمد ج ۷ ص ۳۹﴾

ترجمہ: رسول پاک ﷺ نے اپنی عورتوں کی طرف سے گائے کی قربانی فرمائی۔

..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ذبح رسول اللہ ﷺ عن عائشة بقرۃ یوم النحر

﴿مسلم ج ۱ ص ۴۲۴، مشکوٰۃ ص ۲۳۱﴾

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے قربانی والے دن ایک گائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف

سے ذبح فرمائی۔

..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

ذبح رسول اللہ ﷺ عن اعتمر عن نساءہ فی حجة الوداع بقرۃ بینہن

﴿ابن ماجہ ص ۲۳۳ واللفظ له، ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۴﴾

ترجمہ: حجۃ الوداع کے موقع پر جن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے عمرہ کی سعادت بھی

حاصل کی رسول اکرم ﷺ نے ان ازواج کی طرف سے گائے قربانی کی۔

..... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

ان رسول اللہ نحر عن ال محمد افی حجة الوداع بقرة واحدة

﴿ابوداؤد ج ۱ ص ۴۲۴، ابن ماجہ ص ۲۳۳﴾

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی آل کی طرف سے ایک گائے کی قربانی فرمائی۔

اونٹ کی قربانی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

نحر النبی ﷺ بيده سبعة بدن قياما۔

﴿بخاری ج ۱ ص ۲۳۱ واللفظ له، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰﴾

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے سات اونٹ کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کئے۔

..... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اهدی النبی ﷺ مائة بدنة ﴿بخاری ج ۱ ص ۲۳۲﴾

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ایک سو اونٹوں کی قربانی فرمائی۔

..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ جمرات کو رمی کرنے کے بعد

ثم انصرف الى البدن فنحرها ﴿مسلم ج ۱ ص ۴۲۱﴾

ترجمہ: پھر آپ اونٹوں کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ نے انہیں نحر کیا (ذبح فرمایا)۔

..... سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

بعثت رسول اللہ ﷺ ستة عشر بدنة مع رجل وامره فيها ﴿مسلم، مشکوٰۃ ص ۲۳۱﴾

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ساتھ سولہ اونٹ روانہ کئے اور اسے امیر بنایا کہ وہ انہیں مکہ مکرمہ میں قربانی کرے۔

..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ نے جب حج مبارک کا ارادہ فرمایا تو سواونٹ ساتھ لئے، جب قربانی کا دن آیا تو آپ قربان گاہ (میدان منیٰ) میں تشریف لائے۔

فنحر ثلاثا وستين بدنة ثم اعطى عليا فنحر معه مابقي

﴿کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۹۲ واللفظ لہ، مسلم ج ۱ ص ۳۹۹، ابوداؤد ج ۱ ص ۲۶۲، مشکوٰۃ ص ۲۲۵﴾

ترجمہ: تو آپ ﷺ نے تریسٹھ اونٹ خود ذبح فرمائے اور باقی اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے اذن سے قربانی کئے۔

..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے:

ان رسول اللہ ﷺ نحر بعض بدنه بيده ونحر بعضها غيره ﴿نسائی ج ۲ ص ۲۰۷﴾

رسول اکرم ﷺ نے اپنے بعض اونٹ خود ذبح فرمائے اور بعض کسی اور نے قربانی کئے۔ وہ اور کون تھے؟ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، جیسا کہ حدیث پاک میں تصریح گزر چکی ہے

اونٹوں کا مظاہرہ عشق و محبت:

عشق مصطفیٰ ﷺ میں مچلنے والوں کے لیے یہ واقعہ تسکین و فرحت کا سامان ہے کہ رسول دو عالم، محبوب جہاں، رحمت عالمیاں، حضرت حبیب کبریا ﷺ حجتہ الوداع کے موقع پر ہاتھ میں چھری لئے جب اونٹوں کے سامنے آئے، اور اونٹ پانچ پانچ چھ چھ کی تعداد میں آپ کی بارگاہ عالیہ میں لائے جانے لگے، جب ان کی نظر آپ کی زلف دو تا اور چہرہ والضحیٰ پر پڑی، اونٹ بے خود ہو گئے، جذب و مستی میں ڈوب گئے، انہیں جان جانے کا غم نہ رہا، بھاگ کر جان بچانے کی فکر دامن چھوڑ گئی اور وہ عشق سرکار

کے تسلط میں آگئے۔ دل نے کہا اس نازنین کے ہاتھوں ذبح ہونا بڑے نصیب اور مقدر کی بات ہے، کیونکہ ان کے جسم منور سے لگنے والا مرتا نہیں، زندہ ہو جاتا ہے۔

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا
اونٹ وارفتہ ہو گئے، دیوانہ وار ایک دوسرے کو دھکیلنے لگے، ہر کسی کی خواہش تھی کہ دوسرے کو ہٹا کر پہلے اسے ذبح کیا جائے، ید اللہ والے گورے گورے ہاتھ پہلے اس پر چھری چلائیں، کیونکہ ان کے ہاتھ سے کٹ جانے والے جہاں کی سعادتوں کا باعث ہے۔

ہمہ آہوان صحرا سرخود نہادہ برکف
بامید آن کہ روزے تو آمد شکار خواہی

اور

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف
اے کشتہ ستم تری غیرت کو کیا ہوا

اصل عبارت درج ذیل ہے: وقرب لرسول اللہ ﷺ بدنات خمس اوست فطفقن

یزدلفن الیہ یاتیہن یبدأ۔

اور پانچ یا چھ اونٹ رسول اللہ ﷺ کے قریب لائے جاتے تو ان میں ہر کوئی خود آگے بڑھتا تاکہ ابتداء اس سے کی جائے۔

ملاحظہ ہو! مشکوٰۃ ص ۲۳۲، ابوداؤد ج ۱ ص ۲۴۵، مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۰، زجاجة المصانح ج ۲

ص ۱۲۲، نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۱۴ از قاضی شوکانی۔

..... حضرت ملا علی قاری اس کے تحت لکھتے ہیں:

يقربن ويسعين اليه ﷺ متوجها يا تيهن يبدأ للتبرك بيده ﷺ في نحرهن قبل هذا

من المعجزات ﴿مرقات، حاشیہ مشکوٰۃ ص ۲۳۲﴾

ترجمہ: وہ اونٹ خود ہی قریب ہوتے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بھاگ بھاگ کر آتے تاکہ آپ انہیں ذبح کریں اور آپ کے ہاتھوں ذبح ہو کر برکت حاصل کریں۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ آپ کے معجزات سے ہے۔

اے صاحبان عشق و محبت غور فرمائیے! جب جانوروں کے اندر محبوب کے قدموں پر قربان ہونے کا اس قدر ذوق و شوق ہے تو پھر انسانوں کے عشق و محبت اور عقیدت و الفت کے جو جذبات اس وقت موجزن ہوتے ہیں جب وہ محبوب کے قدموں پر اپنی جانیں قربان کرتے ہیں ان کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟۔

نشود نصیب دشمن کہ شود هلاك تیغت

سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

صلح حدیبیہ کے دن قربانی:

ہجرت کے چھٹے سال رسول اکرم ﷺ عمرہ شریف کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ ڈیڑھ ہزار کے قریب مسلمان ہمراہ تھے، نبی کریم ﷺ نے خود اور صحابہ کرام ﷺ نے بھی قربانیوں کے اونٹ ساتھ لیے۔ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ سے نو (۹) میل کے فاصلہ پر مقام حدیبیہ پر روک دیا، دونوں طرف سے بات چیت ہوئی، آخر کار ایک صلح نامہ تحریر کیا گیا، جس کی رو سے یہ طے پایا کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں اور اگلے سال آئیں۔ انہیں تین روز تک مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کی اجازت ہوگی۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے جان نثاروں نے اونٹوں کی قربانیاں کیں اور سر منڈوا کر احرام کھول

دیا۔ بخاری ج ۱ ص ۳۷۲، ۳۸۰، ج ۲ ص ۶۱۰، مسلم ج ۲ ص ۱۰۶، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱، موطا امام مالک ص ۴۹۷، ابن ماجہ ص ۲۳۳، مشکوٰۃ ص ۲۳۱، ۲۳۲ ﴿

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف سے قربانی:

حضور اکرم ﷺ نے اپنی تمام ازواج مطہرات بالخصوص حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہن) کی طرف سے بھی قربانی فرمائی ہے جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

آل اور امت کی طرف سے قربانی:

بانی اسلام حضرت رسول مکرم ﷺ نے جہاں اپنی طرف سے اور اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی فرمائی، وہاں پر آپ ﷺ نے اپنی امت کو بھی یاد رکھا اور آپ نے اپنی آل اور ساری امت کی طرف سے بھی قربانی فرمائی ہے۔

..... ﴿حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:﴾

رسول پاک ﷺ دو مینڈھوں کی قربانی فرماتے تھے، ان میں ایک کو ذبح کر کے فرماتے:

اللہم هذا عن محمد وآل محمد

اے اللہ! یہ محمد اور آل محمد کی طرف سے ہے۔ اور دوسرا ذبح کر کے فرماتے:

اللہم هذا عن امتی من شہد لك بالتوحید ولی بالبلاغ

﴿المستدرک ج ۳ ص ۵۹۴﴾

اے اللہ! یہ میری امت کے ان افراد کی طرف سے ہے، جنہوں نے تیری توحید اور میری

رسالت کی گواہی دی۔

..... ﴿حضرت ابورافع اپنے باپ، اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی

اور کہا: اے اللہ! یہ میری طرف سے اور میری امت کی طرف سے ہے۔ ﴿المستدرک ج ۴ ص ۲۲۲﴾

..... ﴿حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں: حضور اکرم ﷺ نے دنبہ کی قربانی دی اور فرمایا: یہ میری طرف سے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے ہے، جنہوں نے قربانی نہیں دی۔﴾

﴿دارقطنی ج ۴ ص ۲۸۳﴾

..... ﴿یہ بات سیدنا ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔﴾ (المستدرک ج ۴ ص ۲۲۱)

..... ﴿حضرت جابرؓ سے مروی دوسری حدیث میں ہے کہ: آپ نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا (یا دو مینڈھوں کو) ذبح کیا اور ذبح کے وقت ”بسم اللہ واللہ اکبر“ پڑھا پھر کہا ہذا عنی وعن لمن یضح من امتی اے اللہ! یہ میری طرف سے ہے اور میری امت کے ان افراد کی طرف سے جو قربانی نہیں کر سکے۔﴾ (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، مشکوٰۃ ص ۱۲۸، المستدرک ج ۴ ص ۲۲۹، ابن ماجہ ص ۲۳۲)

..... ﴿ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے مینڈھا ذبح کیا اور کہا:

بسم اللہ اللہم تقبل من محمد ﷺ وال محمد ﷺ ومن امة محمد ﷺ ﴿مسلم

ج ۲ ص ۱۵۶، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، المستدرک ج ۴ ص ۲۲۸، ابن ماجہ ص ۲۳۲﴾

اللہ کے نام سے، اے اللہ! اسے میری طرف سے، میری آل اور میری امت کی طرف سے

قبول فرما!۔

..... ﴿حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں:

بے شک رسول اللہ ﷺ جب قربانی فرمانے کا ارادہ کیا تو دو موٹے، تازے چتکبرے، سینگوں

والے، خسی مینڈھے خریدے۔ ایک کو اپنی امت کے ان لوگوں کی طرف سے ذبح فرمایا:

لمن شهد لله بالتوحيد وشهد له بالبلاغ وذبح الآخر عن محمد وعن آل محمد ﷺ

﴿ابن ماجہ ص ۲۳۲، المستدرک ج ۴ ص ۲۲۸﴾

جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی تبلیغ کی گواہی دی اور دوسرا جانور محمد ﷺ اور آل

محمد ﷺ کی طرف سے ذبح فرمایا۔

نوٹ: ایک سے زائد افراد کی طرف سے ایک ہی قربانی کرنا یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصہ اور ذاتی عمل ہے کسی امتی کے لیے درست نہیں کہ وہ اپنی قربانی کے ثواب میں دوسروں کو شریک کر لے، بلکہ ان کی طرف سے اگر قربانی دینا چاہتا ہے تو الگ جانور ذبح کرنا پڑاگا۔ ﴿طحاوی شریف﴾

اگر کوئی آدمی غریب اور صاحب نصاب نہیں تو چونکہ اس پر قربانی واجب نہیں ہے اس لیے وہ آدمی اگر قربانی کرتا ہے تو اس کے ثواب میں تمام اہل خانہ کو شریک کر سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

﴿زجاجۃ المصانیح ج ۱ ص ۴۰۵ حاشیہ طبع حیدرآباد، مرقاة ج ۳ ص ۳۰۹﴾

حضور اکرم ﷺ سے یہ عمل بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی طرف سے ایک جانور ذبح کیا

اور دوسرا جانور اپنی آل اور تمام امت کی طرف سے ذبح فرمایا:

ملاحظہ ہو! زجاجۃ المصانیح ج ۱ ص ۴۰۴، کتاب الآثار باب ۴۶۳ برقم ۷۷۳، ابن ماجہ ص ۲۳۲،

المستدرک ج ۴ ص ۲۲۸۔

اپنی ولادت مقدسہ کی خوشی میں قربانی:

دیگر قربانیوں کے علاوہ بانی اسلام، حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی ولادت مبارکہ کی خوشی

میں بطور عقیقہ بھی جانور کی قربانی فرمائی تھی۔ ”بسم اللہ واللہ اکبر“ کہہ کر جانور ذبح کیا گیا، جب

گوشت ٹکڑے ٹکڑے کر لیا گیا، تو پانی میں نمک ڈال کر پکایا گیا، تو آپ نے اعلان فرمادیا ”ہٰذہ

عقیقتی“ یہ میرا عقیقہ ہے۔

﴿کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۹۶، الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۱۹۶، بیہقی ج ۹ ص ۳۰۰، فتح الباری ج ۹ ص ۵۹۵﴾

اس واقعہ میں ان لوگوں کے لیے سامان عبرت ہے، جو حضور اکرم ﷺ کی ولادت پر خوشی منانے والوں سے بلاوجہ ناراض ہوتے ہیں کیونکہ جب آپ نے اپنی ولادت کی خوشی فرمائی ہے، تو آپ کے نام لیوا اس خوشی کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟

امام سیوطی کا تبصرہ:

یہ بات ثابت ہے کہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا تھا اور قانون یہ ہے کہ عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا، پس نبی کریم ﷺ کے اس فعل کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے اظہار تشکر کے لیے ایسا کیا کہ اللہ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور امت کو مشرف فرمایا جیسا کہ آپ امت کی ترغیب کے لیے خود اپنی ذات پر درود پڑھا کرتے تھے۔

﴿الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۱۹۶﴾

یعنی آپ ﷺ نے اپنی ولادت کی خوشی کے لیے دوبارہ عقیقہ کیا تھا۔

نواسوں کی ولادت پر قربانی:

جس طرح سرور کائنات، بانی اسلام، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی ولادت مبارکہ کی خوشی میں قربانی فرمائی تھی، اسی طرح آپ نے اپنے نواسے حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی مبارک پیدائش پر بھی جانور ذبح فرمائے تھے۔

..... ﴿حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں:

کہ آپ ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک مینڈھا بطور عقیقہ ذبح

فرمایا۔ ﴿ابوداؤد ج ۲ ص ۳۶، نسائی ج ۲ ص ۱۸۷، مشکوٰۃ ص ۳۶۳﴾

..... ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن و حسین کی طرف سے دو دو مینڈھے عقیقہ کیے۔ ﴿نسائی ج ۲ ص ۱۸۸﴾

..... حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں: ان روایات کو جمع کرنا ممکن ہے کہ آپ نے ایک مینڈھا ولادت کے دن اور ایک ساتویں دن ذبح کیا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک جانور آپ نے خود ذبح کیا اور دوسرا حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہو۔ تو ایک جانور کی نسبت آپ کی طرف حقیقی ہے جبکہ دوسرے کی مجازی ہے۔ ﴿مرقاۃ، حاشیہ مشکوٰۃ ص ۳۶۳﴾

..... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک بکری ذبح فرمائی۔ ﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، مشکوٰۃ ص ۳۶۲﴾

حضور جانور ذبح کیسے فرماتے؟

حضرت رسول مکرم ﷺ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ اول تو قربانی خود کرتے، اونٹ کو نحر کرتے (اونٹ کو کھڑا کر کے سینہ میں گلے کی انتہاء پر تکبیر کہہ کر نیزہ مارنا نحر کہلاتا ہے) اور گائے کو کبھی نحر اور کبھی ذبح کرتے (چھری یا خنجر وغیرہ سے جانور کی رگیں کاٹنا ذبح کہلاتا ہے) جبکہ بکری اور مینڈھا ذبح فرمایا کرتے تھے۔ چھری کو اچھی طرح تیز کر لیتے، جانور کا رخ قبلہ کی طرف کر کے اپنا قدم مبارک اس کے پہلو پر رکھ دیتے اور یہ کلمات پڑھتے: ”انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض علیٰ ملة ابراهيم حنیفاً وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحيای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذا لک امرت وانا من المسلمین اللہم منك ولك عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر“۔ پھر ذبح فرما دیتے۔

﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۵، ۸۳۴، مسلم ج ۲ ص ۱۵۶، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، مشکوٰۃ ص ۱۲۸، ۱۲۷، ابن ماجہ ص ۲۳۲، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۷، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۰۳، برقم ۱۹۴۶﴾

صحابہ کرامؓ کی قربانیاں:

سطور ذیل میں صحابہ کرامؓ کی چند قربانیوں کا ذکر پیش خدمت ہے۔

..... ﴿حضرت علیؓ ہر سال دو جانور قربانی کیا کرتے تھے، ایک اپنی طرف سے اور ایک رسول اکرمؐ کی طرف سے اور فرماتے مجھے آپؐ نے حکم فرمایا ہے کہ جب تک زندہ رہوں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں۔﴾ (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۰، ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹، مستدرک ج ۴ ص ۲۳۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۲، مشکوٰۃ ص ۱۲۸)

..... ﴿حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

حضور اکرمؐ دو مینڈھوں کی قربانی فرمایا کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔﴾ (بخاری ج ۲ ص ۸۳۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۱)

..... ﴿حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

میں اپنے تمام چھوٹے بڑوں بچوں کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔

﴾ (مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۸۰)

..... ﴿حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں:

ہم مدینہ میں قربانیوں کو خوب پالا کرتے تھے اور تمام مسلمانوں کا یہی عمل تھا۔

﴾ (بخاری ج ۲ ص ۸۳۳)

..... ﴿ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مدینہ طیبہ میں قربانی کرنے کا ارادہ کیا، حضرت نافع کا بیان ہے کہ آپ نے مجھ کو ایک موٹا تازہ سینگوں والا مینڈھا خریدنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں وہ جانور عید کے دن مسلمانوں کی عید گاہ میں ذبح کروں، میں نے اسی طرح کیا۔ پھر آپ کے پاس پہنچا دیا، اس وقت حضرت ابن عمر بیمار تھے اور نماز عید بھی مسلمانوں کے ساتھ نہ پڑھ سکے، جب جانور ذبح

ہو گیا تو آپ نے اپنے سر کے بال منڈوا دیئے۔ ﴿موطا امام مالک ص ۴۹۵، موطا امام محمد ص ۲۷۹﴾
..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہم نے حدیبیہ کے مقام پر اونٹ اور گائے کی قربانی سات، سات افراد کی شراکت سے کی۔
﴿مسلم ج ۱ ص ۴۲۴، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱، موطا ص ۴۹۷، ابن ماجہ ص ۲۳۳، مشکوٰۃ ص ۲۳۱﴾
..... سیدنا جابر اس بیان کرتے ہیں:

نحرنا يوم الحديبية سبعين بدنة..... الحديث۔

﴿سنن دارمی ج ۲ ص ۱۰۷ برقم ۱۹۵۵، مسلم ج ۱ ص ۴۲۴﴾

ہم نے حدیبیہ کے دن ستر اونٹ قربانی کئے۔

..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

(ایک مرتبہ) حضور اکرم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں اونٹ (زیادہ قربان کئے جانے کی وجہ سے) کم پڑ گئے تو فرما رہم ان ينحروا البقرة آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: گائیں ذبح کرلو۔ ﴿ابن ماجہ ص ۲۳۳﴾

قربانی کا حکم سب کے لئے:

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد بھی ہے اور محبوب خدا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مبارک سنت بھی نیز خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اطاعت رسول ﷺ میں قربانیاں دیتے رہے۔ جیسا کہ تفصیلی حوالہ جات گذر چکے ہیں۔ اسلام نے اپنے تمام ماننے والوں کے لیے اسے برقرار رکھا ہے۔

..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے نور نظر، لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو رضائے خداوندی پہ قربانی کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا، تیاری مکمل ہو گئی، چھری حلق نازنین پہ چلانے لگے، تو جنت سے جانور آ گیا اور حضرت اسماعیل کو بچا لیا گیا۔ تو اس وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام بارگاہ رب العزت سے

اجر و رضا کا مژدہ ملا اور ساتھ ہی یہ خوشخبری سنائی گئی: **و تر کنا علیہ فی الآخرین۔**

ترجمہ: اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر چھوڑا۔ ﴿الصفات ۱۰۸﴾
یعنی بعد میں آنے والے لوگ اس سنت ابراہیمی کو جاری رکھیں گے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا سنۃ ایکم ابراہیم یہ قربانیاں تمہارے باپ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ ﴿ابن ماجہ ص ۲۳۳، مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸، مشکوٰۃ ص ۱۲۹﴾

تو گویا اسلام نے قیامت تک کے مسلمانوں کو سنت ابراہیمی پر عمل کرنے کا موقعہ دیا ہے

..... رسول اللہ ﷺ نے میدان عرفات میں اعلان عام فرمایا:

یا ایہا الناس علی کل اہل بیت فی کل عام اضحیۃ۔ ﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳﴾

اے لوگو! ہر اہل خانہ پر ہر سال قربانی کرنا لازم ہے۔

مزید فرمایا: **ما عمل آدمی من عمل يوم النحر احب الی اللہ من اھراق الدم.....**

فطیبو ابھانفسا۔

یعنی قربانی والے دن آدمی کا سب سے زیادہ محبوب کام جانور ذبح کرنا ہے..... پس تم خوشی

سے قربانی کرو۔ ﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۰، ابن ماجہ ۲۳۳، المستدرک ج ۲ ص ۲۲، مشکوٰۃ ص ۱۲۸﴾

..... ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا:

کیا قربانی واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے بھی قربانی کی ہے اور مسلمانوں

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے بھی۔ اس نے دوبارہ پوچھا، کیا یہ واجب ہے؟ آپ نے فرمایا: سمجھا نہیں، قربانی

رسول اللہ ﷺ نے بھی کی ہے اور مسلمانوں نے بھی۔ (یعنی اگر قربانی واجب اور ضروری نہیں تو رسول

اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسلسل یہ عمل کیوں کرتے رہے)۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳ اوقال ہذا حدیث حسن)

..... مشہور تابعی حضرت امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کیا قربانی واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: رسول پاک ﷺ نے قربانی فرمائی اور آپ کے بعد مسلمانوں نے اس عمل کو اپنایا اور یہی طریقہ (قیامت تک) جاری ہے۔ ﴿ابن ماجہ ص ۲۳۲﴾

..... رسول اللہ اکرم ﷺ نے قربانی کو مسلمانوں کا طریقہ قرار دیا۔ ﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۲، ۸۳۳﴾

قربانی کے مختلف مواقع:

اسلام نے اپنے تابعداروں کو قربانی کے مختلف مواقع فراہم کئے ہیں تاکہ مسلمان زیادہ سے زیادہ قربانیاں پیش کر کے خدا کی رضا و خوشنودی حاصل کر سکیں۔

بچے کی پیدائش پر (عقیقہ):

زمانہ جاہلیت میں لوگ بچے کی پیدائش کے موقع پر جانور ذبح کرتے اور اس کے خون سے بچے کا سر آلودہ کر دیتے۔ اسلام نے جاہلیت کی اس رسم کو ختم کر دیا اور مسلمانوں کو یہ طریقہ سکھایا کہ بچے کی ولادت کے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے، بچے کے سر کے بال منڈوائے جائیں اور بالوں پر خون کی بجائے زعفران لگا دیا جائے۔ اس سے بچے کی مصیبت، بلا اور اذیت و تکلیف دور ہو جاتی ہے اور بچے کو آرام و راحت میسر آتی ہے۔

ملاحظہ ہو! ابوداؤد ج ۲ ص ۳۶، ۳۷، ابن ماجہ ص ۲۳۵، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، مشکوٰۃ ص ۳۶۲۔

مستحب یہ ہے کہ بچہ کی طرف سے دو جانور ذبح کئے جائیں اور بچی کی طرف سے ایک۔

﴿ابوداؤد ج ۲ ص ۳۶، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، ابن ماجہ ص ۲۳۵، مشکوٰۃ ص ۳۶۲﴾

اگر بچہ کی طرف سے ایک جانور بھی ذبح کر دیا تو بھی درست ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک، ایک جانور بھی ذبح فرمایا تھا۔

﴿ابوداؤد ج ۲ ص ۳۶، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، مشکوٰۃ ص ۳۶۲، ۳۶۳﴾

واضح رہے کہ اونٹ اور گائے میں بھی ایک یا دو حصے منتخب کئے جاسکتے ہیں۔

حج کے موقع پر قربانی:

حج کے موقع پر جو قربانی کی جاتی ہے اس کی بھی تین صورتیں ہیں۔

حج افراد: صرف حج کا احرام باندھنا ”افراد“ کہلاتا ہے یعنی حج کا ارادہ رکھنے والا میقات (وہ مقام جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے) سے حج کا احرام باندھے، قرآن و سنت کے احکامات کے مطابق افعال و مناسک حج مکمل کرے، عرفات سے منیٰ آتے ہوئے رمی جمار کرنے کے بعد قربان گاہ میں جا کر کوئی فریبہ جانور خرید کر اس کی قربانی کرے۔

یاد رہے کہ یہ قربانی واجب نہیں بلکہ بطور شکرانہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حج کی عظیم سعادت عنایت فرمائی ہے۔

حج تمتع: تمتع کا معنی ہے فائدہ اٹھانا، مطلب یہ ہے کہ حج کے ساتھ عمرہ ادا کرنا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى﴾ البقرہ، ۱۹۶ ﴿﴾

یعنی جو عمرہ کے ساتھ حج کا فائدہ اٹھائے تو اسے جو جانور میسر آئے (اس کی قربانی کرے) یعنی میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھنا، مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ ادا کرنا اور احرام کھول دینا اور پھر مکہ مکرمہ میں حج کا احرام باندھنا ”تمتع“ کہلاتا ہے۔

حج تمتع کرنے والے پر قربانی کرنا واجب ہے۔

﴿مسلم ج ۱ ص ۴۰۳، مؤطا امام محمد ص ۲۱۷، باب المتمتع ما يجب عليه من الهدى﴾

ورنہ دس روزے رکھے، تین، ایام حج میں اور سات واپس آکر۔ ﴿البقرہ، ۱۹۶﴾

حج قرآن کا معنی ہے ملانا، میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھنا ”قرآن“ کہلاتا ہے۔ حج قرآن ادا کرنے والے بھی قربانی دیں گے۔ ﴿مسلم ج ۱ ص ۴۰۴، دارقطنی ج ۲ ص ۲۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۵۴، مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۸۲﴾

عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی:

قربانی کا ایک عظیم الشان اور روح پرور موقع عید الاضحیٰ ہے۔ مسلمان نہایت عقیدت و احترام اور ذوق و شوق کے ساتھ ہر سال اس موقع پر قربانی کا اہتمام کرتے ہیں اور ہر طرف جذبہ تسلیم و رضا نظر آتا ہے۔

قرآن و حدیث نے مسلمانوں کو جا بجا اس قربانی کے لیے ابھارا ہے۔ بانی اسلام، حضرت رسول مکرم ﷺ اور دو راہل اور بعد کے مسلمانوں نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ بلکہ حضرت نبی کریم ﷺ نے طاقت رکھنے کے باوجود قربانی نہ دینے والوں پر اظہار ناراضگی بھی فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا۔ ﴿ابن ماجہ ص ۲۳۲، مسند

احمد ج ۱ ص ۳۲۱، المستدرک ج ۴ ص ۲۳۱ قال الحاكم صحيح الاسناد﴾

”جو شخص طاقت کے باوجود قربانی نہ دے وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔“

اس حدیث پاک میں ان لوگوں کے لیے زبردست وعید ہے جو استعداد ہونے کے باوجود مختلف بہانے بنا کر قربانی سے اعراض و روگردانی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قربانی کے متعلق چند الفاظ کی وضاحت:

قربانی کے متعلق قرآن و حدیث میں مختلف الفاظ وارد ہوئے ہیں جن کی مختصر وضاحت پیش خدمت ہے..... یہ تقریباً نوا الفاظ ہیں:

نسک، منسک، ہدی، قربان، عقیقہ، نحر، اضحیہ، بدن، القلائد

۱.....نسك: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل ان صلواتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین۔ ﴿الانعام، ۱۶۲﴾

ترجمہ: آپ فرمائیے! بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ کے لیے ہے، جو رب ہے سارے جہانوں کا۔

اس کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی لفظ ”نسك“ آیا ہے۔ اس کی تفسیر کرتے ہوئے سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

.....سعيد بن جبیر، مجاہد اور سدی کہتے ہیں:

المراد به الذبيحة للحج والعمرة وعن قتادة الاضحية۔

﴿روح المعانی ج ۵ ص ۷۰ جزء ۸﴾

ترجمہ: نسك سے مراد وہ جانور ہے جسے حج یا عمرے میں ذبح کیا جاتا ہے۔ اور قتادہ فرماتے ہیں اس سے مراد (مطلقاً) قربانی کے جانور ہیں۔

.....امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

المراد بالنسك الذبيحة بعينها ﴿تفسیر کبیر جزء ۱۳ ص ۱۱﴾

ترجمہ: نسك سے مراد ذبح شدہ جانور ہے۔

.....امام قرطبی فرماتے ہیں:

النسك جمع النسيكة وهي الذبيحة ﴿تفسیر قرطبی ج ۴ جزء ۷ ص ۱۵۲﴾

ترجمہ: لفظ نسك، نسيكه کی جمع ہے اس کا مطلب ہے: ذبح شدہ جانور۔

۲.....منسك: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ولكل امة جعلنا منسكاً..... الآية ﴿الحج، ۳۴﴾

ترجمہ: اور ہر امت کے لئے ہم نے مقرر فرمائی ہے، ایک قربانی۔

لفظ ”منسك“ کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

المنسك الذبح و اراقة الدم ﴿تفسير قرطبی ج ۶ جزء ۱۲ ص ۵۸﴾

ترجمہ: منسك کا معنی ہے ذبح کرنا اور خون بہانا۔

.....﴿قاضي ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

منسك کا معنی ہے ”اراقة الدم“ ﴿تفسير مظہری ج ۶ ص ۳۲۲﴾

خون بہانا یعنی جانور ذبح کرنا۔

۳.....ہدی: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿البقرة ۱۹۶﴾ فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى۔

ترجمہ: تو جو فائدہ اٹھانا چاہے عمرہ کا حج کے ساتھ تو جو قربانی اسے میسر ہو وہ دے۔

.....﴿علامہ سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں:

والهدى ما اهدى به الى مكة من النعم ﴿تاج العروس ج ۱۰ ص ۴۰۸﴾

ترجمہ: ہدی اس جانور کو کہا جاتا ہے جسے (قربانی) کے لیے مکہ مکرمہ روانہ کیا جاتا ہے۔

.....﴿صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں:

وهو شاة يذبحها يوم النحر ﴿تفسير خازن ج ۱ ص ۱۳۸﴾

ہدی اس بکری کو کہتے ہیں جسے عید کے دن ذبح کیا جاتا ہے۔

.....﴿علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

وهو ما يهدى الى بيت الله من بدنة او غيرها۔ ﴿تفسير قرطبی ج ۱ جزء ۲ ص ۳۷۸﴾

ترجمہ: ہدی اس جانور کو کہا جاتا ہے جسے (قربانی کے لئے) بیت اللہ روانہ کیا جاتا ہے اونٹ

وغیرہ۔

۴.....قربان: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الذین قالوا ان اللہ عهد الینا لا نؤمن لرسول حتی یأتینا بقربان تأکلہ

النار.....الآیۃ ﴿آل عمران، ۱۸۳﴾

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لے آئے جس کو آگ کھا جائے۔
.....مزید ارشاد فرمایا:

اذقربا قرباناً۔ ﴿المائدہ، ۲۷﴾

ترجمہ: جب ان دونوں نے قربانی پیش کی۔

.....علامہ ابوالبرکات نسفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

القربان کل ما یتقرب بہ العبد الی اللہ عزوجل من اعمال البر من نسک و صدقۃ

وذبح و کل عمل صالح ﴿تفسیر خازن، ج ۱ ص ۳۱۱﴾

یعنی قربانی، صدقہ اور تمام اعمال صالحہ جن کے ذریعے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے اس کو قربان کہتے ہیں۔

.....قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

القربان فی الاصل کل ما یتقرب بہ العبد الی اللہ عزوجل من نسیکۃ و صدقۃ

و عمل صالح.....ثم صار اسما للذبیحۃ۔ ﴿تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۸۸﴾

یعنی قربان کا اصلی معنی تو یہی ہے کہ بندہ قربانی، صدقہ اور عمل صالح کے ذریعے قرب خداوندی حاصل کرے.....پھر یہ قربانی کے جانور کا نام ہو گیا۔

۵.....عقیقہ: احادیث مبارکہ میں ایک لفظ عقیقہ بھی استعمال کیا گیا ہے۔

جیسا کہ حضرت سلمان بن عامر ؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے

ہوئے سنا:

ان مع الغلام عقیقہ۔ ﴿ابوداؤد ج ۲ ص ۳۶، ابن ماجہ ص ۲۳۵، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳﴾

ترجمہ: بے شک بچے کے ساتھ عقیقہ ہے۔

عقیقہ کا معنی ہے ذبح کیا ہوا جانور۔ اس سے مراد وہ جانور ہے جو نو مولود بچے کے سر کے بال

منڈانے کے موقعہ پر ذبح کیا جاتا ہے۔

۶.....نحر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: فصل لربك وانحر ﴿الکوثر، ۲﴾

.....علامہ خازن اس لفظ کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

وانحر نسكك (خازن ج ۴ ص ۴۱۶) اپنی قربانی ذبح کرو۔

.....امام رازی فرماتے ہیں:

ان المراد هو نحر البدن ﴿تفسیر کبیر جزء ۳۲ ص ۱۲۹﴾

ترجمہ: اس کا مطلب ہے اونٹ وغیرہ قربان کرنا۔

۷.....اضحیہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الاضحیة لصاحبها بكل شعرة حسنة ﴿الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۴﴾

قربانی کے مالک کو اس کے ہر بال کے عوض ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے۔

.....ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اضحیہ واحد ہے جس کی جمع اضاحی ہے۔ ایک لفظ ضحیہ ہے اس کی جمع ضحایا ہے

اسی طرح ایک لفظ اضحاة بھی مستعمل ہے جس کی جمع اضحیٰ ہے۔

وقال الطیسی الاضحیۃ ما یذبح یوم النحر علی وجه القربۃ۔ ﴿مرقات ج ۳ ص ۳۰۲﴾
اور طیبی کہتے ہیں کہ جس جانور کو ثواب اور قرب خداوندی کے لیے عید کے روز ذبح کیا جائے
اسے ضحیہ کہتے ہیں۔

..... امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وہی اسم للمذبح یوم النحر ﴿مرقات ج ۳ ص ۳۰۲﴾
یہ اس جانور کا نام ہے جسے عید کے دن ذبح کیا جاتا ہے۔

۸..... بدن: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

والبدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ۔ ﴿الحج، ۳۶﴾

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانی بنا دیا ہے۔

۹..... القلائد: وہ جانور جنہیں قربانی کے لیے گلوں میں پٹے ڈال کر مخصوص کر دیا جاتا ہے۔ ارشاد باری
تعالیٰ ہے:

یا ایہا الذین امنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشهر الحرام ولا الہدی ولا

القلائد..... ﴿المائدہ، ۲﴾

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی نشانیوں، حرمت والے مہینوں، مکہ میں بھیجی جانے والی قربانی
اور پٹے والے جانوروں کی بے حرمتی نہ کرو۔



فضائل قربانی

رضائے خداوندی، اتباع سنت نبوی، خلوص وللہیت، تقویٰ و طہارت اور احکام شرعیہ کی تابعداری کے جذبہ سے قربانی دینے والوں کو بارگاہ ربوبیت سے جو انوار و تجلیات اور فضائل و برکات نصیب ہوتے ہیں، درج ذیل روایات سے ان کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

❖..... ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَاعْمَلْ اَدَمٰی مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النِّحْرِ اَحَبَّ اِلٰی اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ اِنْہ لَیَاتٰی یَوْمَ الْقِیَمَةِ بِقُرُونِہَا وَاَشْعَارِہَا وَاِظْلَافِہَا وَاِنْ الدَّمُ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَکَانَ قَبْلِ اَنْ یَقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطَیْبُوْا بِہَا نَفْسًا۔ ﴿مشکوٰۃ ص ۱۲۸، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۰، ابن ماجہ ص ۲۳۳، المستدرک ج ۲ ص ۲۲۲، مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۸۸﴾

ترجمہ: عید قربان کے دن کسی شخص کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک خون بہانے (قربانی) سے زیادہ پسندیدہ نہیں، کیونکہ قیامت کے روز قربانی کا جانور اپنے سینگوں، اپنے بالوں اور کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے، پس تم خوشی سے قربانی کرو۔

❖..... حضرت مولیٰ علیؑ ارشاد فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِیْہَا النَّاسُ ضَحُّوْا وَاحْتَسِبُوْا بِدِمَائِہَا فَاِنَّ الدِّمَآءَ وَاقِعٌ فِی الْاَرْضِ فَانْہَ یَقَعُ فِی حُرِّ اللّٰهِ عِزُّوْہُ۔ ﴿مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۰، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۵﴾

ترجمہ: اے لوگو! قربانی کرو اور اس کے خون میں ثواب کی نیت کرو! کیونکہ قربانی کا خون اگر چہ زمین پر گرتا ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے۔

..... ﴿حضرت امام حسنؑ فرماتے ہیں، رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من ضحیٰ طیبہ نفسہ محتسبا لا ضحیتہ کانت لہ حجابا من النار

﴿مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۰، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۵﴾

ترجمہ: یعنی جس آدمی نے خوشی کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قربانی کی تو وہ قربانی اس کے لیے آگ سے حجاب (بچاؤ کا سامان) بن جائے گی۔

..... ﴿حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

یافاطمة قومی الی اضحیتک فاشہدیہا فان لك باول قطرة تقطر من دمہا ان یغفر لك ما سلف من ذنوبك قالت یا رسول اللہ انا خاصة اهل البيت اولنا وللمسلمین؟ قال بل لنا وللمسلمین۔ ﴿الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۴، مستدرک ج ۴ ص ۲۲۲، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۰، نصب الراية ج ۴ ص ۴۱۹﴾

ترجمہ: یعنی اے فاطمہ! اپنی قربانی کے پاس کھڑی ہو جاؤ! کیونکہ قربانی کے خون کے ہر قطرہ کے بدلہ میں، تمہارے پچھلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ اجر و ثواب صرف ہم اہلبیت کے لئے ہے یا ہمیں اور تمام مسلمانوں کو بھی یہ اجر ملے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اجر ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لیے بھی ہے۔

..... ﴿حضرت علیؓ سے بھی اسی طرح کی ایک روایت منقول ہے، لیکن اس میں چند الفاظ کا فرق ہے آپ فرماتے ہیں: رسول پاک ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی قربانی کے پاس کھڑے ہونے کا حکم فرمایا کہ قربانی کے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ تمہارے تمام پچھلے گناہوں کو بخش دیا جائے

انه يجآء بها يوم القيامة بلحومها ودمائها سبعين ضعفاً ثم توضع فى ميزانك۔

قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے گوشت اور خون کے ساتھ لایا جائے گا اور اس کو ستر درجہ بڑھا کر تیرے میزان (جس پر اعمال تلیں گے) میں رکھا جائے گا۔

آپ ﷺ نے جب یہ ارشاد فرمایا تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! یہ صرف آل محمد ﷺ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ وہ خیر کے زیادہ اہل ہیں یا آل اور تمام مسلمانوں کو بھی یہ اجر و ثواب نصیب ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اجر و ثواب آل محمد ﷺ اور تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ ﴿سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۸۳، نصب الرأیۃ ج ۴ ص ۲۲۰، کنز العمال ج ۵ ص ۲۲۱، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۴، وقال وقد حسن بعض مشائخنا حدیث علی هذا والله اعلم، یعنی ہمارے بعض مشائخ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے﴾

..... حضرت عمران بن حصین اس نے بھی اس طرح کی ایک روایت بیان کی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ کو اپنی قربانی کے پاس کھڑی ہونے کا حکم دیا اور بشارت سنائی کہ اس قربانی کے خون کے پہلے قطرہ سے تمام سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے، اور آپ نے فرمایا: اے فاطمہ! یہ دعا پڑھو! ان صلواتی و نسکی و محیای و مماتی الخ تو حضرت عمران نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ اجر ہمیں بھی ملے گا یا صرف آپ کی آل کے ساتھ مخصوص ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ اجر تمام کو نصیب ہوگا۔ ﴿المستدرک ج ۴ ص ۲۲۲، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۰، سنن کبریٰ بیہقی ج ۹ ص ۲۸۳، نصب الرأیۃ ج ۴ ص ۲۱۹﴾

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں یہ سوال کیا: کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ انہوں نے پھر عرض کیا:

فما لنا فيها يا رسول الله قال بكل شعرة حسنة قالوا فالصوف يا رسول الله قال
بكل شعرة من الصوف حسنة۔ ﴿الترغيب والترهيب ج ۲ ص ۱۵۴، مسند احمد
ج ۴ ص ۳۶۸، مشکوٰۃ ص ۱۲۹، ابن ماجه ص ۲۳۳﴾

ہمیں اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہر بال کے عوض ایک نیکی ملے گی۔ صحابہ
کرام ؓ نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! اون کے بارے میں کیا ثواب ہے؟ فرمایا: کھال کے ہر بال
کے بدلہ میں بھی ایک نیکی ملے گی۔

..... ﴿حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما انفتق الورق فی شیء احب الی اللہ من نحرینحر فی یوم عید

ترجمہ: وہ روپیہ جو عید قربان کے دن قربانی کے لیے خرچ کیا جائے، خدا تعالیٰ کو سب سے

زیادہ پیارا ہے۔ ﴿مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۰، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۵﴾

..... ﴿حضرت براء بن عازب ؓ بیان کرتے ہیں:

قال النبیان اول ما نبدا به فی یومنا هذا ان نصلی ثم نرجع فنحمر من فعله فقد

اصاب سنتنا۔ ﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۲، مسلم ج ۲ ص ۱۵۴﴾

نبی کریم ﷺ نے (عید قربان کے روز) ارشاد فرمایا: آج ہم اپنے اس دن کا آغاز یوں کریں
گے، کہ پہلے ہم نمازیں پڑھیں گے، پھر واپس آ کر قربانی کریں گے، جس نے یہ کام کیا تو اس نے
ہماری سنت کو پالیا۔

..... ﴿سیدنا براء ؓ سے روایت ہے: قال النبیان من ذبح بعد الصلوٰۃ تم نسکھ واصاب سنة

المسلمین۔ ﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۲﴾

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز عید کے بعد جانور ذبح کیا اس کی قربانی پوری ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقہ کو پالیا۔

.....﴿سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:﴾

من ذبح بعد الصلوة فقد تم نسكه واصاب سنة المسلمين۔ ﴿ایضاً﴾
جس نے عید کی نماز کے بعد قربانی کی تو تحقیق اس کی قربانی مکمل ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کی راہ کو پالیا۔

.....﴿سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:﴾

ہی سنة ومعروف۔ ﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۲﴾



مسائل قربانی

قربانی دینے والا حجامت نہ بنوائے:

قربانی کا ارادہ رکھنے والے پر جہاں خلوص وللہیت کا جذبہ رکھنا ضروری ہے۔ وہاں رسول اللہ ﷺ نے اسے یہ حکم بھی فرمایا:

من كان له ذبح يذبحه فاذا اهل هلال ذى الحجة فلا ياخذن من شعره ولا من اظفاره شيئاً حتى يضحى۔ ﴿مسلم ج ۲ ص ۱۶۰، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، ابن ماجہ ص ۲۳۴، نسائی ج ۲ ص ۲۰۱، مشکوٰۃ ص ۱۲۷﴾

جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو وہ ذوالحجہ کا چاند نکلنے سے قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن نہ اتارے۔

یہ حدیث پاک مندرجہ بالا کتب حدیث میں مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے جب کہ مفہوم سب کا ایک ہی ہے کہ قربانی کرنے والے شخص کو ذوالحجہ کی یکم سے قربانی کرنے تک (خواہ قربانی پہلے دن یا دوسرے اور تیسرے دن کرے) حجامت بنوانے سے رک جانا چاہیے۔

جیسا کہ منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مدینہ منورہ میں قربانی دینے کے بعد حجامت بنوائی۔ نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ قربانی کے بعد حجامت بنوانا واجب نہیں (صرف مستحب ہے) حضرت عبداللہ ﷺ نے یونہی برکت کے لیے سر منڈایا۔ ﴿موطا امام مالک ص ۴۹۵، موطا امام محمد ص ۲۷۹﴾ اگر کوئی آدمی قربانی دینے تک حجامت نہیں بنواتا تو اس پر لازم نہیں کہ قربانی دینے کے بعد وہ حجامت ضرور بنوائے۔ ہاں اگر کوئی قربانی کے بعد حجامت بنوا لیتا ہے تو یہ اس کے لئے صرف جائز اور مستحب ہے۔

جسے قربانی کی طاقت نہ ہو:

بانی اسلام، نبی مکرم ﷺ نے اپنی امت کے غریب اور نادار لوگوں کے لیے یہ آسانی پیدا فرمائی ہے کہ اگر کوئی قربانی دینے کی طاقت نہیں رکھتا تو حصول ثواب کی خاطر اس کے لیے مندرجہ ذیل دو طریقے منقول ہیں۔

☆ پہلا طریقہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مجھے قربانی کے دن عید کا حکم دیا گیا ہے، اس دن کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے عید بنایا ہے۔ ایک آدمی نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میرے پاس کوئی اضافی جانور نہ ہو تو کیا میں گھر کی دودھ دینے والی گائے یا بکری ہی قربانی کر دوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لاولكن خذ من شعرك واطفارك وتقص شاربك وتحلق عانتك فذلك تمام اضحيتك عند الله۔ ﴿مستدرک ج ۴ ص ۲۲۳، ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹، نسائی ج ۲ ص ۲۰۲، ۲۰۱، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۹، مشکوٰۃ ص ۱۲۹﴾

نہیں! (عید کے دن) تو اپنے بال کاٹ لے، ناخن اتار لے، مونچھیں پست کر لے اور زیر ناف بال مونڈ لے، تو تجھے پوری قربانی کا ثواب مل جائے گا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ ﴿المستدرک مع التلخیص ج ۴ ص ۲۲۳﴾

یعنی قربانی کی طاقت نہ رکھنے والا غریب اور نادار آدمی اگر عید کے روز حجامت بنو لے تو قربانی کا ثواب پائے گا۔

معلوم ہوا کہ جو قربانی کی طاقت نہیں رکھتا اس پر قربانی لازم نہیں۔

☆ دوسرا طریقہ: حضرت اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے کہ:

رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں عرض کیا گیا اگر کوئی آدمی مفلس و نادار ہو، قربانی کی طاقت نہ

رکھتا ہو تو کوئی صورت ہے جس سے وہ قربانی کا ثواب حاصل کر سکے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
اگر وہ آدمی عید کے روز چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ (الحمد شریف) کے
بعد گیارہ مرتبہ سورہ کوثر پڑھے تو اللہ تعالیٰ ساٹھ قربانیوں کا ثواب اس کے نامہ اعمال اور دفتر حسنات میں
درج فرمائے گا۔ ﴿روح البیان ج ۱۰ ص ۵۲۵﴾

اے امت مسلمہ کے غریب، نادار و مفلسو! تمہاری قسمت کا کیا کہنا۔ تمہیں آقائے
کائنات ﷺ نے قربانی کے ثواب سے محروم نہیں رکھا۔ قبولیت دعا کے اس خاص موقع پر بھی تمہیں یاد
رکھا۔ اب حضور ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل پیرا ہو کر قربانی کے ثواب میں شامل ہو جاؤ اور
درو و سلام کے گلدستے نچھاور کرو اس محبوب نبی کریم ﷺ پر جنہوں نے اس قربانی کی عظیم ثواب سے
تمہیں وافر حصہ مرحمت فرمایا ہے۔

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقری کی

قربانی ہر سال ہے:

بعض سادہ لوح حضرات اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اگر ایک سال قربانی کر لی تو اب ہمیشہ بری
الذمہ ہیں، اب پوری زندگی دوبارہ قربانی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ بات درست
نہیں..... کیونکہ طاقت اور وسعت رکھنے والے آدمی پر ہر سال قربانی واجب اور ضروری ہے۔ سابقہ
روایات میں یہ حدیث پاک گزری ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ہر سال قربانی فرمائی، اس
سے ثابت ہوا کہ صاحب استطاعت پر قربانی ہر سال واجب ہے۔

حضرت مخنف بن سلیم ؓ سے مروی حدیث میں قربانی ہر سال واجب ہونے پر تصریح موجود

ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

کنا وقوفامع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعرفة فسمعتة يقول يا ايها الناس ان على كل اهل بيت في كل عام اضحية۔

﴿ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، ابن ماجه ص ۲۳۳، مشکوٰۃ ص ۱۲۹﴾

ہم میدان عرفہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ٹھہرے تھے، میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ اے لوگو! ہر (مالدار) گھر پر ہر سال قربانی کرنا واجب ہے

قربانی کے جانور:

سطور بالا میں درج کی گئی احادیث مبارکہ میں درج ذیل جانوروں کی قربانیوں کا ذکر ملتا ہے۔

۱..... اونٹ (نراور مادہ)

۲..... گائے (نراور مادہ)

۳..... بکری (نراور مادہ)

۴..... مینڈھا (نراور مادہ)

یاد رہے دنبہ (نراور مادہ) کی بھی قربانی دینا درست ہے اور اسی طرح بھینس (نراور مادہ) کی قربانی بھی جائز ہے کیونکہ وہ بھی گائے کی قسم سے ہے۔

ملاحظہ ہو! ﴿الہدایہ ج ۴ ص ۴۰۳ کتاب الاضحیۃ، ردالمحتار ج ۶ ص ۱۹، الفقہ

علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۷۱۹، حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۲۷، نمبر ۹، فتاویٰ ہندیہ

ج ۵ ص ۲۹۷، شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۳۸، از علامہ سعیدی ﴿

اس بات کو غیر مقلد وہابیوں نے بھی تسلیم کر رکھا ہے۔ ملاحظہ ہو!

۱..... فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۸۱۰، از ثناء اللہ امرتسری۔

۲، ۳..... نزل الابراج ج ۳ ص ۹۵، وکنز الحقائق ص ۱۹۳، از وحید الزمان حیدر آبادی۔

۴..... فتاویٰ نذیریہ ج ۳ ص ۲۵۸ حاشیہ، از نذیر حسین دہلوی۔

۵..... فتاویٰ برکاتیہ ص ۳۴۲، از ابوالبرکات احمد۔

۶..... فتاویٰ ستاریہ ج ۳ ص ۲، از عبدالستار دہلوی۔

۷..... فتاویٰ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱ تا ۷، از علی محمد سعیدی۔

۸..... الائسلہ والا جوبہ الفقیۃ المقرونۃ بالادلۃ الشرعیۃ ج ۳ ص ۹۔ از عبدالعزیز

المحمد السلمان سعودی۔ بحوالہ بھینس کی قربانی ص ۸۶۔

۹..... ماہنامہ الحدیث حضور، شمارہ نمبر ۳۵ ص ۴۵ تا ۵۰، از غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری۔

۱۰..... فضائل عشرہ ذوالحجہ اور احکام و مسائل عید الاضحیٰ ص ۴۴، از صلاح الدین یوسف۔

۱۱..... بھینس کی قربانی (پوری کتاب) از نعیم الحق ملتانی وہابی۔

نعیم الحق ملتانی نے لکھا ہے:

یہ مسئلہ امت کے اجماع سے ثابت ہے۔ بھینس کی قربانی ص ۲۲، مزید لکھا ہے: اس اجماع کو

کسی قطعی دلیل کے بغیر چھوڑنا گمراہی کے خطرہ سے خالی نہیں۔ ایضاً ص ۷۳، اور اسی کتاب کے ص ۱۵

پر تسلیم کیا کہ سب سے پہلے اس مسئلہ پر عبداللہ روپڑی نے بحث کا آغاز کیا۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے۔

نوٹ: مذکورہ کتاب میں وہابی حضرات کے اور بھی فتاویٰ درج کیے گئے ہیں۔

وہابیوں کی انوکھی قربانیاں:

قربانی کے جانوروں کے حوالے سے وہابیوں کے چند انوکھے اور نرالی فتوے ملاحظہ ہوں!

۱..... وہابی حضرات کے امام، عبدالوہاب دہلوی نے لکھا ہے کہ قربانی کے موقع پر بازار سے چار آٹھ

آنے کا گوشت خرید کر تقسیم کر دینا بھی قربانی ہے۔ ﴿مقاصد الامامۃ ص ۵﴾

۲.....عبدالستار دہلوی اور عبدالوہاب دہلوی کے نزدیک مرغ اور انڈے کی قربانی بھی جائز ہے۔

﴿فتاویٰ ستاریہ ج ۲ ص ۱۷۲، مقاصد الامامۃ ص ۵﴾

۳.....عبدالستار دہلوی نے گھوڑے کی قربانی کو بھی درست قرار دیا ہے۔ ﴿فتاویٰ ستاریہ ج ۱ ص ۱۴۷﴾

موجودہ دور میں وہابی حضرات نے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے کہ اس کائنات میں صرف ہم ہی وہ لوگ ہیں جن کا ہر قول و فعل احادیث مبارکہ کے عین مطابق ہے۔ سنی حضرات تو اپنی قیاس آرائیوں کو دین کا درجہ دیتے ہیں۔ انہیں قرآن وحدیث سے کوئی سروکار نہیں۔ اگر وہابی حضرات کی یہ بات درست ہے تو وہ اپنے بزرگوں کے مذکورہ فتویٰ پر زیادہ نہیں صرف ایک ایک صحیح، صریح اور مرفوع روایت ہی پیش کر دیں کہ ان چیزوں کی قربانی رسول اللہ ﷺ نے کس موقع پر دی تھی۔ ورنہ دوسروں پر طعن کرنے کی بجائے اپنے گریبانوں میں جھانکیں۔

جانوروں کے اوصاف:

رسول اکرم ﷺ نے جو جانور ذبح فرمائے اس کی روشنی میں مستحب یہ ہے کہ جانور مندرجہ ذیل اوصاف کے حامل ہونے چاہئیں۔

۱.....جانور، موٹا تازہ اور صحت مند ہو۔

۲.....خصی اور سینگوں والا ہو۔

۳.....اس کے پاؤں، پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں۔

۴.....بعض روایات میں مکمل سیاہ جانور کا بھی ذکر ہے۔

۵.....جانور بوڑھے کی بجائے جوان ہو۔

لہذا جتنا اچھا، عمدہ بہترین اور فر بہ وصحت مند جانور ہوگا اجر و ثواب اتنا ہی زیادہ ملے گا۔

کون سا جانور افضل ہے؟

احادیث مبارکہ میں جن جانوروں کی قربانی کی اجازت فرمائی گئی ہے، ان تمام جانوروں کی قربانی جائز و درست ہے۔ لیکن چند جانور ایسے ہیں جن کی قربانی کو احادیث مبارکہ میں افضل اور زیادہ پسندیدہ فرمایا گیا ہے۔

..... ﴿حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دم عفرآء احب الی اللہ من دم سوداوین۔

﴿مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۱، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۷۳ واللفظ لہ﴾

سفید رنگ کے جانور کی قربانی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سیاہ رنگ کے دو جانوروں کی قربانی سے

زیادہ پسندیدہ ہے۔

..... ﴿حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

سمعت رسول اللہ ﷺ نعمت الاضحیہ الجذع من الضأن فانتہبہ الناس۔

﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱، مشکوٰۃ ص ۱۲۸﴾

میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ بھیڑ کے چھ سات ماہ کے جانور کی قربانی اچھی ہے تو لوگ

بہت زیادہ وہ جانور خریدنے لگے۔

امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس باب میں ابن عباس اور ام بلال بنت ہلال اپنے باپ

سے اور جابر اور عقبہ بن عامر اور نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص سے بھی روایات موجود ہیں۔ اور

حدیث ابو ہریرہ حدیث غریب ہے اور یہ حضرت ابو ہریرہ سے موقوف بھی مروی ہے۔ اور اس پر اہل علم

صحابہ کرام اور دوسرے حضرات کا عمل ہے کہ قربانی میں بھیڑ کا جذع کافی ہے۔ ﴿ایضاً﴾

..... ﴿حضرت عمران بن حصین ؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۷۳﴾ الثنی احب الی اللہ من الہرم

بوڑھے جانور کی بجائے اللہ تعالیٰ کو صحت مند کی قربانی زیادہ پسند ہے۔

..... ﴿حضرت بقیہ ؓ فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۷۲﴾ احب الضحایا الی اللہ اغلاھا واسمنھا

اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ وہ قربانی ہے جو زیادہ مہنگی اور موٹی تازی ہو۔

..... ﴿حضرت ابو امامہ ؓ فرماتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خیر الضحایا الکبش الاقرن۔ بہترین قربانی سینگوں والا مینڈھا ہے۔

﴿ابن ماجہ ص ۲۳۳ واللفظ لہ، ابوداؤد ج ۲ ص ۹۴، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، سنن

کبریٰ ج ۹ ص ۲۷۳، مشکوٰۃ ص ۱۴۴﴾

عام طور پر ایسا جانور موٹا تازہ اور مہنگا ہوتا ہے

جانور احتیاط سے خریدیں:

حضرت علی ؓ سے روایت ہے:

امرنا رسول اللہ ﷺ ان نستشرف العین والاذن

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم (جانور خریدتے وقت) آنکھیں اور کان اچھی طرح

دیکھ لیں۔ ﴿ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲، ابن ماجہ ص ۲۳۳ واللفظ لہ، مشکوٰۃ ۱۲۸، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱﴾

..... ﴿یونس بن میسرہ بیان کرتے ہیں:

خرجت مع ابی سعید الزرقی صاحب رسول اللہ ﷺ الی شراء الضحایا قال

یونس فاشار ابوسعید الی كبش ادغم لیس بالمرتفع ولا المتضع فی جسمه فقال لی

اشترلی هذا كانه شبعه بكبش رسول الله ﷺ - ﴿ابن ماجه ص ۲۳۳﴾

میں صحابی رسول حضرت ابوسعید زرقیؓ کے ساتھ قربانیاں خریدنے نکلا، آپ نے ایک ایسے مینڈھے کی طرف اشارہ کیا، جس کے بدن پر کچھ بال سفید تھے، اس کا جسم درمیانہ تھا تو انہوں نے فرمایا میرے لئے یہ جانور خرید لو! گویا ان کا خیال تھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے مینڈھے سے ملتا جلتا ہے۔

جانور کن عیوب سے پاک ہو؟

احادیث مبارکہ میں مندرجہ ذیل عیوب والے جانور کی قربانی سے منع کیا گیا ہے۔

✽.....مقابلہ.....جس کے کان اوپر کی جانب سے کٹے ہوئے ہوں۔

✽.....مدابرہ.....جس کے کان نیچے کی طرف سے کٹے ہوئے ہوں۔

✽.....شرقاء.....جس کے کان لمبائی میں چرے ہوئے ہوں۔

✽.....عرجاء.....لنگڑا، جس کا لنگڑا پن نمایاں ہو۔ قربان گاہ تک چل کر نہ جاسکے۔

✽.....عورآ.....کانا، جس کا کانا پن نمایاں ہو۔

✽.....مریضہ.....بیمار، جس کی بیماری نمایاں ہو۔

✽.....عجفاء.....کمزور، جس کی ہڈیوں میں گودانہ ہو۔

✽.....خفاء.....اندھا، جس کی آنکھ میں روشنی نہ رہے۔

✽.....جس کے سینگ جڑ سے اکھاڑ لیے جائیں۔

✽.....کان کٹا ہوا۔

﴿ابن ماجه ص ۲۳۴، مشکوٰۃ ص ۱۲۸، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱، ۳۲، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱، سنن نسائی

ج ۲ ص ۲۰۲، ۲۰۳، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۷۲، ۲۷۵﴾

مختصر یہ کہ جانور خریدتے وقت خوب غور سے دیکھ لیا جائے اگر اس میں کوئی عیب ہو تو ہرگز نہ

خریدیں، جانور کو ہر عیب و نقص سے پاک ہونا چاہیے۔

چھوٹے کانوں والا جانور:

یاد رہے کہ اگر کسی جانور کے پیدائشی طور پر کان چھوٹے ہوں یا ان کی نسل اور جنس ہی ایسی ہے کہ جن کے کان چھوٹے نکلتے ہیں تو ایسے جانور کی قربانی بالکل درست ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے:

انه كان لا يرى باسا ان يضحي بالصمعاء ﴿سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۷۶﴾

یعنی کہ وہ چھوٹے کانوں والے جانور کی قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں۔

نوٹ: اسی طرح اگر کسی جانور کے سینگ پیدائشی طور پر چھوٹے ہوں تو اسکی قربانی بھی درست ہے اور

اگر سینگ کا کچھ حصہ ٹوٹ جائے تب بھی صحیح ہے۔ ﴿المغنی مع شرح ج ۱۱ ص ۱۰۲﴾

سور اگر کسی جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں تو اس کی قربانی کے جائز ہونے پر بھی فقہاء کا

اجماع ہے۔ ﴿زرقانی شرح مؤطا امام مالک ج ۳ ص ۷۲﴾

دم کٹا جانور:

علاوہ ازیں جس جانور کی دم کٹی ہو تو اس کی قربانی کے متعلق:

..... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول الله ﷺ لا بأس بالاضحية المقطوعة الذنب۔ ﴿سنن کبریٰ بیہقی ج ۹ ص ۲۸۹﴾

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دم کٹے جانور کی قربانی دینے میں کوئی حرج نہیں۔

..... دوسری روایت میں ہے:

ان رجلا سال النبي ﷺ عن شاة قطع الذنب ذنبها يضحي بها؟ قال ضح بها۔

﴿سنن کبریٰ بیہقی ج ۹ ص ۲۸۹، ابن ماجہ ص ۲۳۴﴾

ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ بھیڑیے نے میری بکری کی دم کاٹ لی ہے، کیا میں اس کی قربانی دے سکتا ہوں، آپ نے فرمایا اس کی قربانی کرلو۔
یاد رہے اگر جانور کی دم تہائی سے کم کٹی ہو تو اس کی قربانی درست ہے، اگر زیادہ حصہ کٹ گیا ہو تو قربانی جائز نہیں۔ ﴿الہدایہ ودیگر﴾

جانوروں کی عمریں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تذبحوا الا منسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان

﴿مسلم ج ۲ ص ۱۵۵، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، نسائی ج ۲ ص ۲۰۳، ابن ماجہ ص ۲۳۴، مشکوٰۃ ص ۱۲۷﴾

منسنہ کے سوا کسی جانور کو ذبح نہ کرو، اگر منسنہ کا ملنا مشکل ہو تو بھیڑ کا جذعہ ذبح کرلو۔

اس حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ اول تو تمام جانوروں کی قربانی کے لیے ضروری ہے کہ وہ منسنہ ہوں۔ اگر منسنہ نہ ملے تو پھر صرف بھیڑ کے متعلق یہ رخصت ہے کہ وہ ”جذعہ“ ہو تو اس کی قربانی کی جاسکتی ہے۔

منسنہ اور جذعہ

منسنہ:

﴿.....﴾ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

منسنہ کا معنی ہے بڑی عمر والا، جانوروں میں اس کا اعتبار یوں کیا جاتا ہے کہ

اونٹ..... جس کے پانچ سال مکمل ہو جائیں اور چھٹا سال شروع ہو جائے۔

گائے..... جس کے دو سال مکمل ہوں اور تیسرے میں اس نے قدم رکھا ہو۔

بھیڑ اور بکری..... جس کا ایک سال مکمل ہو جائے۔ ﴿مرقاۃ ج ۳ ص ۳۰۴﴾

جذعہ:

..... صاحب ہدایہ امام مرغینانی لکھتے ہیں:

الجدع من الضان ماتمت له ستة اشهر في مذهب الفقهاء ﴿ہدایہ ج ۲ ص ۲۲۷﴾
یعنی فقہاء کے مذہب کے مطابق جذع بھیڑ کے چھ ماہ کے جانور کو کہتے ہیں۔

..... حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

هو مايكون قبل السنة ﴿مرقاۃ ج ۳ ص ۳۰۴﴾

وہ بھیڑ اور بکری جو ایک سال سے کم ہو۔

..... امام نووی کے بقول بعض حضرات کے نزدیک ایک سال سے کم عمر والے بھیڑ یا بکری کے

جانور کو بھی جذعہ کہتے ہیں۔ ﴿نووی علی مسلم ج ۲ ص ۱۵۵﴾

..... مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

فقہاء کی اصطلاح میں جذع اس جانور کو کہتے ہیں

ماتمت له ستة اشهر ﴿التعليق الممجد علی موطا امام محمد ص ۲۸۰﴾

جس کے چھ ماہ مکمل ہو جائیں۔

اختیارات مصطفیٰ ﷺ:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ضحیٰ خال لی یقال له ابو بردہ قبل الصلوۃ فقال له رسول اللہ ﷺ شاتك شاة

لحم فقال يا رسول الله ان عندي داجنا جذعة من المعز قال اذبحها ولا تصلح لغيرك۔

﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۳، ۸۳۴﴾

میرے ماموں ابو بردہ نے نماز عید سے قبل ہی قربانی کر لی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیری

بکری گوشت کے لیے ہے (قربانی کے لیے نہیں) انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس ایک چھ سات ماہ کا بکری کا بچہ ہے، آپ نے فرمایا تو اسے ذبح کر لے، تیرے علاوہ دوسروں کے لئے اتنی عمر کی بکری کی قربانی صحیح نہیں۔

❖..... ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

ولا تجزی عن احد بعدك - (بخاری ج ۲ ص ۸۳۴، مسلم ج ۲ ص ۱۵۴، بوداؤد

ج ۲ ص ۳۱، مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۲، طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۱۶۰، ترمذی ج ۱ ص ۱۸۲) ❖

تیرے بعد کسی اور کے لئے اتنی عمر کا جانور قربانی دینا جائز نہیں۔

یعنی یہ صرف تیرے لئے رخصت ہے، کسی اور کے لیے نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ آپ جس کے لیے چاہیں شریعت کا حکم خاص فرمادیں علامہ سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں ان الفاظ سے ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔

باب اختصاصه ا بانه يخص من شاء بما شاء من الاحكام -

❖ (الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۶۲) ❖

یہ باب اس چیز کے بیان میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خاص منصب دیا گیا ہے کہ آپ جس کے لیے جو حکم چاہیں خاص فرما سکتے ہیں۔

ارشاد الساری شرح بخاری میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے:

خصوصية له لا تكون لغيره اذ كان لها ان يخص من شاء بمن شاء من الاحكام

حضور اکرم ﷺ کے علاوہ کسی کے لیے درست نہیں کہ بکری کے چھ سات ماہ کے جانور کی قربانی کی اجازت دے سکے، یہ صرف آپ کی خصوصیت و اختیار ہے، کسی اور کا نہیں ہے آپ جس کے لیے چاہیں احکام کو خاص فرما سکتے ہیں۔

..... ﴿اسی طرح حضرت عقبہ بن عامرؓ کا واقعہ بھی ہے﴾

وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے مجھے بکریاں عنایت فرمائیں اور حکم فرمایا کہ انہیں صحابہ کرام میں تقسیم کر دو کہ وہ ان کی قربانی دے سکیں، میں نے تقسیم کر دیں۔ ایک ”عنود“ (سال سے کم عمر کا جانور) بچ گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو لے لے! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو سال سے کم عمر کا ہے۔ آپ نے فرمایا: (کوئی بات نہیں) قربانی کرلو۔

﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱، ابن ماجہ ص ۲۳۲، نسائی ج ۲ ص ۲۰۳، مسلم ج ۲ ص ۱۵۵، مشکوٰۃ ص ۱۲۷﴾

امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”ہذا حدیث حسن صحیح“ ﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱﴾
ایک روایت میں ہے کہ آپ نے قربانی کے جانور تقسیم فرمائے ان میں ایک جذعہ (بکری کا بچہ) بچ گیا آپ نے فرمایا اس کی تم قربانی کرلو۔

﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱، بخاری ج ۲ ص ۸۳۲، مسلم ج ۲ ص ۱۵۵، نسائی ج ۲ ص ۲۰۳﴾

اس حدیث کے تحت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

احکام مفوض بودوے ﷺ بر قول صحیح ﴿اشعة اللمعات ج ۲ ص ۱۲۳﴾
صحیح قول کے مطابق یہی بات ہے کہ احکام حضور اکرم ﷺ کو سپرد کر دیئے گئے ہیں۔ (آپ جس کے لیے چاہیں کمی بیشی فرما سکتے ہیں)۔

..... ﴿حضرت زید بن خالد جہنیؓ فرماتے ہیں﴾

حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام میں قربانی کے جانور تقسیم فرمائے تو آپ نے مجھے ایک سال سے کم عمر کا بکری کا بچہ عنایت کیا۔ میں اسے لے کر دوبارہ آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: یہ تو ”جذعہ“ ہے تو آپ نے فرمایا: تو اسے قربان کر لے۔ تو میں نے اس کی قربانی دے دی۔

﴿ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱﴾

یہ بھی رسول اکرم ﷺ کا اختیار مبارک تھا کہ آپ ﷺ نے انہیں اس کی اجازت عطا فرمائی کہ وہ سال سے کم عمر کے بکری کے جانور کو قربانی کر لیں۔

جذعہ کی قربانی:

مندرجہ بالا حدیث پاک میں سال سے کم عمر کی بھیڑ اور دنبہ کی قربانی کو اس وقت جائز فرمایا گیا ہے جبکہ مسنہ نہ ملے لیکن کتب احادیث کی بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے یہ رخصت اور اجازت صرف دشواری کے وقت ہی نہیں، عام حالات میں بھی چھ ماہ کے جانور کی قربانی دی جاسکتی ہے۔

..... حضرت مجاشع بن مسعود سلمیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ان الجذع یوفی مما یوفی منه الشئ۔

﴿مشکوٰۃ ص ۱۲۸ واللفظ لہ، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱، نسائی ج ۲ ص ۲۰۳، ابن ماجہ ص ۲۳۴﴾

یعنی جس طرح بڑی عمر (یک سالہ یا سال سے زیادہ عمر والے) جانور کی قربانی درست ہے، اسی طرح کم عمر (سال سے کم عمر والے) جانور کی قربانی بھی جائز ہے۔

..... حضرت ابو کباش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے ایک مرتبہ ایک سال سے کم عمر کی بکریاں تجارت کی غرض سے مدینہ منورہ بھیجیں، مجھے ان میں کافی نقصان ہوا، میری ملاقات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا ان کی قربانی درست ہے؟

فقال سمعت رسول اللہ ﷺ يقول نعم او نعمت الاضحیۃ الجذع من الضأن۔

﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱، کتاب الآثار ص ۱۷۵ باب الضحیۃ﴾

انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے ہیں: بھیڑ کے چھ ماہ کے جانور

کی قربانی بہت اچھی قربانی ہے۔

..... ﴿حضرت ام بلال بنت ہلال رضی اللہ عنہما اپنے والد سے بیان کرتی ہیں: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ابن ماجہ ص ۲۳۴﴾ يجوز الجذع من الضأن اضحیة

بھیڑ کے سال سے کم عمر کے جانور کی قربانی جائز ہے۔

..... ﴿حضرت ام بلال رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ان رسول اللہ ﷺ قال ضحوا بالجدعة من الضأن فانه جائز۔ رواہ احمد

والطبرانی فی الكبير ورجاله ثقات۔ ﴿مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۹﴾

بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بھيڑ کا چھ ماہ کا بچہ قربانی کر لیا کرو، یہ جائز ہے اسے احمد نے اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

..... ﴿حضرت عقبہ بن عامر ؓ فرماتے ہیں:

ضحينا مع رسول الله ﷺ بجذع من الضأن۔ ﴿نسائی ج ۲ ص ۲۰۳﴾

ہم نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ بھيڑ کے چھ سات ماہ کے جانور کی قربانی کی۔

..... ﴿حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے:

سمعت رسول الله ﷺ نعمت الاضحیة الجذع من الضأن۔

﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱، مشکوٰۃ ص ۱۲۸﴾

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ بھيڑ کے سال سے کم عمر والے جانور کی قربانی اچھی قربانی

محدثین کا فیصلہ:

حضرت ابو کباش ؓ کی روایت کردہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

والعمل علیٰ هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی ؐ وغيرهم ان الجذع من الضان یجزی فی الاضحیۃ۔ ﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱﴾

صحابہ کرام ؓ اور دیگر اہل علم حضرات کا یہ مسلک ہے کہ بھیڑ کے چھ سات ماہ کے جانور کی قربانی جائز ہے۔

جذع کی وضاحت کرتے ہوئے امام وکیع کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

الجذع یكون ابن سبعة او ستة اشهر۔ ﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱﴾

جذع چھ یا سات ماہ کا ہوتا ہے۔

..... مزید لکھتے ہیں:

اجمع اهل العلم۔ انما یجزی الجذع من الضأن۔ ﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۲﴾

اہل علم کا اجماع ہے کہ بھیڑ کے چھ سات ماہ کے جانور کی قربانی جائز ہے۔

معلوم ہوا بھیڑ کے چھ سات ماہ کے جانور کی قربانی نہ صرف یہ کہ درست ہے، بلکہ پسندیدہ ہے۔ اور یہ بھی واضح ہوا کہ یہ رخصت صرف بھیڑ، دنبے اور مینڈھے میں ہے۔ باقی جانوروں میں نہیں۔

وہابی حضرات محض لغت کا سہارا لے کر اسے ناجائز قرار دیتے ہیں اور دودانٹے (دوندے) کو

ضروری قرار دیتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہے۔

وہابی اکابر کے حوالہ جات:

وہابی حضرات کے اکابر نے بھی ہمارے موقف سے اتفاق کیا ہے کہ بھیڑ یا دنبہ چھ سات ماہ یعنی سال سے کم عمر کا بھی جائز ہے یعنی کھیرا ہونا بھی کافی ہے اس کے لیے دودانتا (دودنا) ہونا ضروری نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو!

۱..... وحید الزماں حیدر آبادی: موطا امام مالک مترجم ص ۳۶۷، ابوداؤد مترجم ج ۲ ص ۴۰۹، لغات الحدیث ج ۱ ص ۵۳، کنزالحقائق ص ۱۹۳، نزل الابرار ج ۳ ص ۹۵، سنن نسائی مترجم ج ۳ ص ۲۵۳، صحیح مسلم مترجم ج ۳ ص ۲۱۶۔

۲..... نذیر حسین دہلوی: فتاویٰ نذیریہ ج ۳ ص ۲۵۷، فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۸۰۵۔

۳..... ثناء اللہ امرتسری: فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۸۰۹۔

۴..... نواب صدیق حسن بھوپالوی: مسک الختام ج ۴ ص ۱۳۶۔

۵..... ابوالبرکات احمد: فتاویٰ برکاتیہ ص ۲۵۲، ۲۵۱۔

۶..... ماہنامہ الحدیث حضور، شمارہ نمبر ۳۵ ص ۵۱۔

۷..... ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور ۷ مارچ ۲۰۰۰ء ص ۱۱-۱۲ اپریل ۲۰۰۰ء۔

یادر ہے چھ سات ماہ کا جانور اتنا تندرست اور توانا ہونا بہتر ہے کہ اگر وہ اپنے سے بڑی عمر والے جانوروں میں کھڑا ہو تو ان جیسا معلوم ہوا۔ ملاحظہ ہو! موطا امام محمد ص ۲۷۹، کتاب الضحایا، مرقات ج ۳ ص ۳۰۴، اشعة الممعات۔

اور یہی بات وہابیوں کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی نے بھی لکھی ہے دیکھیے! فتاویٰ نذیریہ

ج ۳ ص ۲۵۷، فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۸۰۵

جانوروں میں شراکت

بھیڑ، بکری:

بھیڑ، بکری (نرمادہ) صرف ایک آدمی کی طرف سے قربانی کی جائے گی اس پر تمام فقہاء و محدثین کا اتفاق ہے۔ ﴿شرح مسلم نووی ج ۱ ص ۴۲۲، ج ۲ ص ۱۵۵﴾
اس میں ایک سے زیادہ افراد کی شراکت درست نہیں کہ چند افراد بھیڑ، بکری یا دنبہ خرید کر اجتماعی قربانی کریں..... اگر کسی دوسرے کی طرف سے قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو اس کے لیے الگ جانور خریدنا ضروری ہے۔

اونٹ اور گائے:

اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں
..... جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ حج کیا

فنحرنا البعیر عن سبعة والبقرة عن سبعة ﴿مسلم ج ۱ ص ۴۲۴﴾

تو ہم نے اونٹ اور گائے سات سات آدمیوں کی شراکت سے ذبح کیے۔

..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں: ہم نے حدیبیہ کے مقام پر حضور ﷺ کی موجودگی میں اونٹ

اور گائے سات سات افراد کی طرف سے ذبح کئے۔ ﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱، ابن ماجہ ص ۲۳۳، ابوداؤد

ج ۲ ص ۳۲، مؤطا امام مالک ص ۴۹۷، مشکوٰۃ ص ۲۳۱﴾

..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں: رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

البقرة عن سبعة والحزور عن سبعة۔ ﴿ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲، مشکوٰۃ ص ۱۲۷﴾

گائے اور اونٹ سات سات آدمیوں کی شراکت سے ذبح کیا جائے۔

..... حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

البقرة عن سبعة (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱)

گائے سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کریں۔

حدیث جابرؓ نقل کرنے کے بعد امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن، صحیح ہے، صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد والے حضرات اور دیگر ائمہ کرام مثلاً: امام سفیان ثوری، امام عبد اللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق کا یہی موقف ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱)

نوٹ: واضح رہے کہ جانوروں میں حصہ ڈالنے والوں کی نیت صرف قربانی کی ہو اگر ان میں سے کسی کی نیت بھی صرف گوشت حاصل کرنے کی ہوئی تو قربانی میں نقص آئے گا بلکہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قربانی نہیں ہوگی۔ (شرح مسلم نووی ج ۱ ص ۴۲۴)

..... نیز تمام حصہ داروں کا مذہب اور مسلک ایک ہونا چاہئے۔ اگر ان میں سے کوئی فرد بھی بد عقیدہ یا توہین انبیاء و رسل (علیہم الصلوٰۃ والسلام) یا تنقیص شعائر دین کا مرتکب شامل ہو گیا تو سب کی قربانی رائیگاں جائے گی۔

..... اگر کوئی حصہ دار انتقال کر جائے تو اس کے ورثاء سے اجازت لینا ضروری ہے ورنہ قربانی نہ ہوگی۔ ﴿کتب فقہ﴾

جانوروں کی خدمت اور احترام:

اسلام نے جہاں انسانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا درس دیا ہے وہاں جانوروں کے ساتھ بھی عمدہ طریقے سے پیش آنے کا حکم فرمایا ہے۔ ان کی دیکھ بھال، چارہ و گھاس کا صحیح طریقے سے خیال رکھا جائے، ان پر بوجھ کم لا دیا جائے۔ یہ عام جانوروں کے متعلق ارشادات ہیں۔ تو قربانی کے جانور اسلام کے نزدیک کس قدر معزز، محترم اور قابل قدر ہوں گے؟ سطور ذیل ملاحظہ کیجیے!

..... قربانی کے اونٹ کے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

والبدن جعلناها لكم من شعائر الله ﴿الحج: ۳۶﴾

اور قربانی کے اونٹ کو ہم نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے بنایا ہے۔
یعنی قربانی کے لیے خریدا گیا اونٹ عام اونٹوں جیسا نہیں رہا بلکہ وہ خاص ہو گیا، اتنا خاص کہ
اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بن گیا۔

..... دوسرے مقام پر قرآن پاک میں اس بات کو یوں بیان کیا گیا ہے:

ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب ﴿الحج، ۳۲﴾

اور جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا ادب و احترام کرتا ہے تو یہ (ادب و احترام) دلوں کے تقویٰ کی
وجہ سے ہے۔

..... اللہ کی نشانیوں میں جہاں قربانی کے جانور ہیں وہاں صفا و مروہ (جن پہاڑیوں پر حضرت ہاجرہ
سلام اللہ علیہا کے قدم لگے ہیں) کو بھی اللہ کی نشانیاں فرمایا گیا ہے۔ ﴿البقرة، ۱۵۸﴾

اب سوچئے جن پہاڑوں پر اللہ کی ایک ولیہ اور ایک نیک خاتون کے قدم لگیں وہ تو اللہ کی
نشانیاں قرار پائیں تو جہاں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے قدم اور بدن لگیں وہ جگہیں اللہ کی نشانیاں
کیوں نہیں؟ فاعتبروا یا اولی الابصار

فائدہ: جب صفا و مروہ اور قربانی کے جانوروں کا ادب و احترام دلوں کے تقویٰ کی علامت
ہے تو بزرگوں کے آثار و تبرکات اور ان کا ادب و احترام بھی بالکل جائز، درست اور شریعت کے عین
مطابق ہے اور ان کی تعظیم و تکریم کو شرک و ناجائز کہنا سراسر لاعلمی، نادانی اور جہالت ہے۔

جس طرح قربانی کے جانوروں کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام، اجر و ثواب کا ذریعہ ہے، اسی
طرح ان کی خدمت تو اضع بھی باعث حسنات و خیرات ہے۔

جیسا کہ حضرت ابو امامہ ؓ فرماتے ہیں:

كنا نسمن الاضحية بالمدينة و كان المسلمون يسمنون

ہم مدینہ منورہ میں قربانیوں کو خوب پالتے تھے اور دوسرے مسلمان بھی اپنی قربانی کے جانوروں کو کھلا پلا کر خوب موٹا تازہ کرتے تھے۔
﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۳﴾

جانور پر سوار ہونا:

یاد رہے کہ بوقت ضرورت قربانی کے جانور (اونٹ وغیرہ) پر سواری کرنا جائز ہے جیسا کہ روایت میں ہے کہ ایک آدمی مکہ مکرمہ کی طرف سے اونٹ ہانکے جارہا تھا تو رسول پاک ﷺ نے فرمایا اس پر سوار ہو جا۔ اس نے عرض کیا یہ قربانی کا جانور ہے تو آپ نے فرمایا: سوار ہو جا، یہ بات اس نے تین بار دہرائی آپ نے تینوں بار ہی فرمایا، سوار ہو جا۔ ﴿بخاری ج ۱ ص ۲۲۹، مشکوٰۃ ص ۲۳۱﴾

قربانی کا وقت:

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے، اگر کوئی شخص نماز عید سے پہلے ہی قربانی کر لے تو اس کی قربانی ادا نہیں ہوگی اور اسے نئی قربانی دینا پڑے گی۔
﴿..... حضرت برآء بن عازب ؓ روایت کرتے ہیں:

خطبنا رسول اللہ ﷺ فی یوم نحر فقال لا یذبحن احدکم حتی یصلی۔

﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۲، واللفظ لہ، مسلم ج ۲ ص ۱۵۴﴾

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے عید کے روز ہمیں خطبہ دیا کہ کوئی بھی نماز سے پہلے جانور ذبح نہ کرے
﴿..... سیدنا انس بن مالک ؓ سے روایت ہے، رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من ذبح قبل الصلوٰۃ فانما یذبح لنفسه ومن ذبح بعد الصلوٰۃ فقد تم نسكه

واصاب سنة المسلمين۔ ﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۲، ابن ماجہ ص ۲۳۵﴾

جس نے نماز عید سے قبل قربانی کی تو اس نے اپنے کھانے، پینے کے لئے جانور ذبح کیا اور جس نے نماز کے بعد جانور ذبح کیا، تو اس نے اپنی قربانی مکمل (طور پر ادا) کی اور مسلمانوں کے طریقے کو پالیا۔

..... ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قال النبیاء یوم النحر من کان ذبح قبل الصلوۃ فلیعد -

نبی کریم ﷺ نے عید کے روز فرمایا: جس نے نماز سے پہلے قربانی کی وہ دوبارہ قربانی دے۔

﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۲، ۸۳۳ واللفظ لہ، مسلم ج ۲ ص ۱۵۴﴾

..... حضرت برآء رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج ہم سب سے پہلے نماز پڑھیں گے پھر واپس آ کر قربانیاں دیں گے۔ جو آدمی یہ طریقہ اپنائے گا وہ ہماری سنت کو پالے گا، اور جس نے نماز سے قبل جانور ذبح کر لیا تو اس نے اپنے اہل خانہ کے لئے گوشت مہیا کیا، اس کی قربانی ہرگز نہ ہوگی۔

﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۲، مسلم ج ۲ ص ۱۵۴﴾

ان روایات سے واضح ہو گیا کہ قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے، نماز سے پہلے ذبح کئے گئے جانور کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرنا پڑے گا۔

واضح رہے اگر شہروں میں متعدد مقامات پر نماز عید ادا کی جاتی ہو تو کسی ایک جگہ نماز پڑھی جانے کے بعد اہل شہر کے لیے قربانی کرنا درست ہے۔

وہ دیہات جہاں پر نماز عید ادا نہیں کی جاتی، وہاں پر طلوع فجر کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔

جبکہ بہتر یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد قربانی کریں۔ ﴿درمختار، فتاویٰ ہندیہ، بہار شریعت﴾

امام ترمذی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

والعمل على هذا عند اهل العلم ان لا يضحى بالمصر حتى يصلى الامام وقد
رخص قوم من اهل العلم لاهل القرى في الذبح اذا طلع الفجر ﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۲﴾
اہل علم کا یہ موقف ہے کہ شہر میں امام کے نماز پڑھنے سے قبل قربانی نہ کی جائے اور علماء کی ایک
جماعت نے اہل دیہات کے لیے فجر سے قبل ذبح کرنے کی اجازت دی ہے۔

قربانی کے صرف تین دن:

امت مسلمہ کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ قربانی صرف تین معلوم دنوں میں کی جاسکتی
ہے، جبکہ بعض حضرات عید قربان کے مبارک موقع پر بھی امت کو اختلاف و انتشار کی بھینٹ چڑھاتے
ہوئے یہ ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں کہ قربانی چوتھے دن بھی سنت ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔

قرآن مجید سے استدلال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ویذکروا اسم الله فی ایام معلومات علی مارزقہم من

بہیمۃ الانعام.....الآیۃ ﴿الحج، ۲۸﴾

اور وہ معلوم دنوں میں اللہ کا نام لیں ان جانوروں پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دیئے ہیں۔
علامہ ابن رشد ”ایام معلومات“ کی وضاحت میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے
ہیں:

فقیل یوم النحر ویومان بعده وهو المشہور۔ ﴿بداية المجتهد ج ۱ ص ۴۲۲﴾

ایک قول یہ ہے کہ ”معلوم دنوں“ سے مراد عید کا اور دو دن بعد کے ہیں، اور یہی مشہور و معروف
قول ہے۔

اسی طرح مشہور مفسر حضرت امام ابو بکر جصاص رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

لما ثبت ان النحر فيما يقع عليه اسم الايام و كان اقل ما يتناول له اسم الايام ثلاثة
 وجب ان يثبت الثلاثة وما زاد لم تقم عليه الدلالة فلم يثبت۔ ﴿احكام القرآن ج ۳ ص ۲۳۵﴾
 جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ایام معلومات سے مراد قربانی کے دن ہیں اور لفظ ایام (جمع) کی
 دلالت کم از کم تین پر ہے، تو تین دن یقیناً ثابت ہو گئے اور تین دن سے زائد پر کوئی دلیل نہیں پس وہ
 ثابت نہیں۔

..... دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

واذكروا الله في ايام معدودات۔ ﴿البقرہ، ۲۰۳﴾

ان گنے ہوئے دنوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ حج کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر خوب کرو، جبکہ حضرت
 علیؓ نے اس کی تفسیر میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ گنے ہوئے دنوں سے مراد
 ثلاثة ايام يوم الاضحى ويومان بعده اذبح في ايها شئت وافضلها اولها۔

﴿تفسیر درمنثور ج ۱ ص ۲۳۴، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۴۵﴾

(قربانی کے) تین دن ہیں، ایک عید کا دن اور دو اس کے بعد، اس میں سے جس میں تو چاہے
 ذبح کر لے۔ لیکن پہلا دن افضل ہے۔

نوٹ: قاضی شوکانی نے بھی اس بات کو فتح القدیر ج ۱ ص ۶۰۶ پر نقل کیا ہے۔

..... ابن حزم ظاہری کے بقول:

حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ دونوں سے اس آیت کی یہی تفسیر مروی ہے کہ قربانی عید کے
 دن اور دو دن بعد تک ہوتی ہے۔ ﴿المحلی لابن حزم ج ۶ ص ۲۴۰﴾

احادیث مبارکہ سے دلائل:

احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے جو چیز سامنے آتی ہے وہ بھی یہی ہے کہ قربانی صرف تین دن تک جائز ہے، اس سے زیادہ نہیں۔

..... ﴿حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

الاضحیٰ یومان بعد یوم الاضحیٰ

﴿موطا امام مالک ص ۴۹۷، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۹۷، مشکوٰۃ ص ۱۲۹﴾

عید قربان (۱۰ ذوالحجہ) کے دن کے بعد قربانی کے دو دن ہیں۔

..... ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایام النحر ثلثة ایام اولهن افضلهن

﴿عمدة القاری ج ۲۱ ص ۱۴۸، موطا امام مالک ص ۴۹۷، مشکوٰۃ ص ۱۲۹﴾

قربانی کے تین دن ہیں، پہلا دن سب سے افضل ہے۔

یاد رہے کہ وہابی حضرات کے معتبر و معتمد علیہ محدث ابن حزم ظاہری نے حضرت علی اور حضرت

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ان دونوں احادیث کو متعدد سندوں سے ذکر کیا ہے۔ ﴿مخلی ابن حزم ج ۶ ص ۴۰﴾

..... ﴿حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

الاضحیٰ یومان بعد یوم النحر

﴿عمدة القاری ج ۲۱ ص ۱۴۸، الجواہر النقی ج ۹ ص ۲۹۶، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۹۷﴾

اس سند کے متعلق امام طحاوی، علامہ ماردینی اور علامہ عینی نے فرمایا کہ اس کی سند جید اور عمدہ

ہے۔ ﴿عمدة القاری ج ۲۱ ص ۱۴۸، الجواہر النقی ج ۹ ص ۲۹۶﴾

..... حضرت انس ؓ فرماتے ہیں:

الاضحیٰ يوم النحر ويومان بعده۔ ﴿سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۹۷، زجاجة

المصاييح ج ۱ ص ۱۳، المحلّی بالاثار ج ۶ ص ۴۰﴾

قربانی عید کے دن اور اس کے بعد دو دن (دس، گیارہ اور بارہ تاریخ تک) ہے۔

اس روایت کے متعلق ابن حزم نے خود اقرار کیا کہ یہ سند صحیح ہے۔ ﴿المحلّی ج ۶ ص ۴۰﴾

..... حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں:

الاضحیٰ ثلاثة ايام۔ ﴿المحلّی لابن حزم ج ۶ ص ۴۰﴾

قربانی کے صرف تین دن ہیں۔

امام حاکم اور علامہ ذہبی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ ﴿مستدرک ج ۴ ص ۸۱﴾

..... حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں:

قربانی صرف تین دن ہے۔ ﴿عمدة القاری ج ۲۱ ص ۱۴۷﴾

صحابہ کرام ؓ اور آئمہ عظام کا موقف:

امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس ؓ، اور امام ابو حنیفہ، امام

مالک، امام احمد علیہم الرحمہ سب کا موقف یہ ہے کہ قربانی کے صرف تین دن ہیں عید کا دن اور اس کے

بعد دو دن۔ ﴿شرح مسلم نووی ج ۲ ص ۱۵۲﴾

..... علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت

انس بن مالک اور بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہی مسلک ہے کہ قربانی تین دن ہے۔ اسی

طرح امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام ثوری و دیگر حضرات کا اتفاق و اتحاد ہے کہ قربانی کے صرف تین دن ہیں۔ ﴿المغنی ج ۱۱ ص ۱۱۴﴾

..... علامہ ابن ترکمانی بھی فرماتے ہیں:

استذکار میں ہے کہ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کا یہی مسلک ہے۔ مزید فرماتے ہیں:

فقہاء نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ تیرہ ذوالحجہ کو (چوتھے دن) قربانی دینا جائز نہیں ہے۔

﴿الجواہر النقی ج ۹ ص ۲۹۷﴾

وہابی علماء کی تائید:

چونکہ وہابی حضرات کا نظریہ ہے کہ قربانی چوتھے دن بھی سنت ہے، اور عید قربان کے موقع پر ان حضرات کی طرف سے اشتہار بازی اور بیان بازی کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ لہذا پہلے ان حضرات کے ”نامور علماء و فضلاء“ سے صرف تین دن قربانی کا ثبوت دیا جائے گا اور بعد ازیں وہابی محققین کے قلم سے ثابت کیا جائے گا کہ چار دن قربانی پر جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ نہایت کمزور و زبردست مجروح، اور ناقابل استدلال ہیں۔

ع انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی

عبید اللہ مبارکپوری کا اعتراف:

وہابی حضرات کے شارح مشکوٰۃ عبید اللہ مبارکپوری رقمطراز ہیں:

(عربی عبارت کا ترجمہ پیش خدمت ہے) اور یہی بات (کہ قربانی صرف تین دن ہے)

حضرت علی، حضرت عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس ؓ سے مروی ہے جیسا کہ محلی ابن حزم ج ۷ ص ۳۷۷ میں ہے، اور ابن قیم و ابن قدامہ حضرت امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ

انہوں نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بیشمار صحابہ کرام ؓ کا یہی مسلک ہے اور محدث اثرم نے حضرت ابن عباس سے بھی یہی مسلک نقل کیا ہے۔ ﴿مرعاۃ ج ۳ ص ۳۲۲﴾

محمد الیاس اثری کا اقرار:

وہابی حضرات کے ایک عالم محمد الیاس اثری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس اور حضرت ابن عمر ؓ کی وہ روایات جن میں فرمایا گیا ہے کہ قربانی صرف تین دن تک ہے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ تین اقوال..... سنداً صحیح و درست ہیں۔ ﴿القول الا نیق ص ۴۰﴾

فتاویٰ علماء حدیث:

وہابی حضرات کے معتبر و مستند فتاویٰ ”فتاویٰ علمائے حدیث“ میں بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر خلیفہ اول اور حضرت عمر خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہما عمر بھر تین دن قربانی کے قائل رہے ہیں۔ ﴿ج ۱۳ ص ۳۲﴾

ابن حزم کی تصحیح:

حضرت انس ؓ سے مروی حدیث پاک ”قربانی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ تک ہے“ کے متعلق وہابی حضرات کے امام ابن حزم لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ ﴿محلّی ابن حزم ج ۶ ص ۴۰﴾

وحید الزمان حیدر آبادی کی صراحت:

وہابی حضرات کے معتبر وحید الزمان لکھتے ہیں: امام مالک اور امام سفیان ثوری اور امام احمد اور امام ابو حنیفہ اور اکثر اہل حدیث کا یہ قول ہے کہ قربانی بارہویں تاریخ تک کرنا درست ہے۔ ﴿تیسیر الباری ج ۵ ص ۳۷۳﴾

ما حاصل: ان چار وہابی علماء کی عبارات سے واضح ہوا کہ:

..... حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ساری عمر صرف تین دن تک قربانی کے

قائل رہے ہیں۔

..... حضرت انسؓ، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمرؓ کی احادیث سنداً صحیح اور درست ہیں۔

..... حضرت انسؓ کی روایت بھی صحیح ہے۔

..... تین دن قربانی کا مسلک رسول پاک ﷺ کے بے شمار صحابہ کرامؓ کا موقف ہے۔

چوتھے روز قربانی کے دلائل کا تجزیہ:

وہابی حضرات چوتھے دن قربانی پر چند دلائل پیش کرتے ہیں۔ سطور ذیل میں ان کے دلائل پر تبصرہ اور ان کا تجزیہ خود انہی کے ”علماء و محققین“ کے قلم سے پیش کیا جاتا ہے۔

☆ پہلی دلیل: قرآن کریم کی آیت کریمہ ”واذکروا اللہ فی ایام معدودات“ کے تحت حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ قربانی کے چار دن ہیں۔ جبکہ ان کے محقق ابن حزم ایسی روایات کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

لا ادری لعلہ وہم ﴿محلی ابن حزم ج ۶ ص ۴۰﴾

میں نہیں جانتا شاید کہ یہ روایت وہم اور غلط فہمی ہے۔

☆ دوسری دلیل: ”کل ایام التشریق ذبح“ یعنی تمام ایام تشریق قربانی کے دن ہیں۔

یہ روایت حضرت جبیر بن مطعم کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے جبکہ:

..... وہابیوں کے مایہ ناز امام، حافظ ابن قیم اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں۔ لیکن یہ

حدیث منقطع ہے، اس کا وصل ثابت نہیں ہو سکتا۔

..... مزید لکھتے ہیں:

یہ روایت حضرت جبیر بن مطعم کی حدیث سے مروی ہے اور اس میں انقطاع (اور خلل) ہے۔

﴿زاد المعاد ج ۱ ص ۳۴۰﴾

..... وہابی محدث شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

امام احمد اور مصنف دارقطنی اور امام بیہقی نے اس حدیث کو سلیمان بن موسیٰ سے، اور انہوں نے حضرت جبیر بن مطعم سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ سلیمان بن موسیٰ کی حضرت جبیر بن مطعم سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ ﴿التعلیق المغنی ج ۲ ص ۲۸۴﴾

نوٹ: حافظ ابن کثیر نے بھی اس حدیث پر یہی اعتراض کیا ہے کہ راوی سلیمان بن موسیٰ کی حضرت جبیر سے ملاقات نہیں ہوئی۔ ﴿نصب الرأیۃ ج ۳ ص ۶۱﴾

..... وحید الزمان حیدر آبادی نے اس روایت کے ایک دوسرے راوی ابو حسین کے متعلق بھی لکھا ہے کہ انہوں نے بھی حضرت جبیر کا دور نہیں پایا اور ان سے ملاقات نہیں کر سکا۔

﴿نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ ج ۴﴾

..... اسماعیل سلفی غیر مقلد وہابی لکھتے ہیں:

جبیر بن مطعم کی حدیث مختلف طریق سے، مقطوع، مرفوع، ثقات، ضعاف سب سے مروی ہے، تمام طرق میں کچھ نہ کچھ نقص ہے۔ ﴿فتاویٰ علماء حدیث ج ۱۳ ص ۱۶۹﴾

..... مزید لکھا ہیں: جبیر بن مطعم کی حدیث استدلال کی بنیاد نہیں۔

﴿فتاویٰ علماء حدیث ج ۱۳ ص ۱۷۱﴾

یعنی یہ حدیث نہایت ضعیف اور زبردست کمزور ہے اس پر اس مسئلہ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی کیونکہ تمام طرق میں نقص ہے۔

..... وہابی محقق محمد بشیر سہوانی نے زوردار الفاظ میں اس حدیث کے متعلق اپنا درج ذیل فیصلہ سنایا ہے:

ان کی دلیل حدیث جبیر بن مطعم ہے، جس میں زیادت ہے ”وفی کل ایام التشریق ذبح“، جمہور محققین نے تصریح کی ہے کہ یہ زیادت غیر محفوظ ہے۔ اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے، اگر کسی طریق کو ترجیح دی جائے تو اضطراب رفع ہو جاتا ہے لیکن انقطاع باقی رہتا ہے، کیونکہ کوئی طریق راجح، انقطاع سے خالی نہیں ہے۔ اور اگر کسی طریق کو ترجیح نہ دی جائے تو اضطراب ثابت رہتا ہے۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ حافظ نے تخریج ہدایہ میں لکھا ہے:

اخرجه الدار قطنی من وجهین آخرین موصولین فیہما ضعف انتھی پس دونوں طریق کی وجہ سے اس حدیث کو تقویت ہو جائے گی تو جواب یہ ہے کہ یہ کوئی جدید طریق نہیں ہیں بلکہ موجب اضطراب میں جو سبب ضعف ہیں داخل ہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس باب میں ابو ہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما سے یہی روایت ہے، یہ دونوں روایتیں حدیث جبیر بن مطعم کی سند کی تقویت کے لئے کافی ہیں تو جواب یہ ہے کہ حدیث ابی ہریرہ و ابوسعید موضوع ہیں یا شدید الضعف، اس لئے تقویت نہیں کر سکتی ہیں اور منقطع و مضطرب، جمہور بلکہ کل محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہیں۔

﴿فتاویٰ علماء حدیث ج ۱۳ ص ۱۷۸﴾

تیسری اور چوتھی دلیل: اس سلسلہ میں دو مزید روایتیں پیش کی جاتی ہیں، جو حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما کے نام سے ذکر کی جاتی ہیں ان روایات کے متعلق مذکورہ بالا سطور سہوانی صاحب کے حوالے سے گزرا کہ

اولاً..... تو یہ روایات موضوع، من گھڑت اور جعلی ہیں۔

ثانیاً..... یہ شدید ضعیف اور کمزور ہیں، جو قابل حجت نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ وہابی محقق شمس الحق عظیم آبادی نے بھی ان روایات کو شدید ضعیف کہا اور پھر امام ابن ابوحاتم کے حوالے سے لکھا کہ اس اسناد کے ساتھ یہ روایتیں موضوع اور من گھڑت ہیں، جن کو کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ﴿التعلیق المغنی ج ۴ ص ۲۸۴﴾

حاصل کلام: وہابی حضرات کے تبصرہ جات سے واضح ہوا کہ چوتھے دن قربانی کے متعلق جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں، ان کی حقیقت یہ ہے کہ یہ

..... وہم اور غلط فہمی کا نتیجہ ہیں

..... حضرت جبیر بن مطعم ؓ کی روایت کا متن غیر محفوظ ہے۔

..... اس کی سند مضطرب و منقطع ہے۔

..... اس کے راویوں کی حضرت جبیر سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

..... اس کی کوئی سند درست اور صحیح نہیں۔

..... ہر سند اور طریق میں کچھ نہ کچھ نقص اور خرابی ضرور ہے۔

..... اس روایت پر قطعاً بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

..... حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید کے حوالہ سے پیش کردہ روایات بالکل ضعیف، کمزور، موضوع اور من گھڑت ہیں۔

چنانچہ جن روایات پر اس قدر اعتراضات و تنقیدات ہوں ایسی روایات کے پیش نظر صحیح احادیث کو ترک کر کے چوتھے دن قربانی کے جواز کا فتویٰ کیسے دیا جاسکتا ہے؟

چوتھے دن قربانی سنت نہیں:

..... وہابی حضرت کے شیخ الکل، فی الکل، مفتی اعظم، ابوالبرکات احمد کا ایک فتویٰ درج کیا جا رہا ہے جو اس سلسلہ کی ایک فیصلہ کن تحریر ہے۔

کسی سائل نے ان سے سوال کیا کہ اگر ایک آدمی جان بوجھ کر چوتھے دن قربانی کرتا ہے، اور دلیل یہ دیتا ہے کہ چوتھے دن قربانی سنت ہے، لہذا میں سنت کو زندہ کرتا ہوں، اور سنت کو زندہ کرنے والے کو سوشہید کا ثواب ملتا ہے۔ آپ بتائیں! کیا وہ آدمی سنت کو زندہ کر کے سوشہید کے ثواب کا حقدار ہے یا نہیں؟.....

اس سوال کے جواب میں مفتی ابوالبرکات احمد نے ایسے آدمی کی سخت تردید کی جو چوتھے روز قربانی کو سنت کہتا ہے اور کہا کہ ”اس آدمی کا عمل نبی ﷺ کے عمل کے خلاف ہے“۔ آخر میں لکھتے ہیں ”نبی ﷺ نے تیسرے اور چوتھے دن کبھی بھی قربانی نہیں کی لہذا یہ آپ کی سنت نہیں ہے اور مردہ سنت کو زندہ کرنے والی بات غلط ہے اور جاہلوں والی بات ہے، جس کے پیچھے کوئی دلیل نہیں ہے۔“ ﴿فتاویٰ برکاتیہ ص ۲۸۰﴾

۲..... محمد الیاس اثری نے لکھا ہے:

یہ بات ملحوظ رہے کہ یوم النحر ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کی قربانی افضل، اعلیٰ اور اولیٰ ہے، اور آنحضرت ﷺ کی دائمی سنت اور زندگی کا معمول ہے۔ ﴿بخاری، القول الا نیق ص ۳﴾

۳..... محمد اعظم غیر مقلد نے لکھا ہے:

”قربانی عید کے دن افضل و اعلیٰ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ہمیشہ عمل یہی تھا کہ آپ نے عید کے دن ہی قربانی کی بلکہ سوانٹ کی قربانی بھی آپ نے پہلے دن ہی کی اس لیے افضل پہلا دن ہے۔“ ﴿مسائل قربانی ص ۳۹﴾

گفتگو کا نتیجہ: ان تین وہابی ”علماء و محققین“ کی عبارات سے یہ نتیجہ نکلا کہ:

..... پہلے دن قربانی کرنا افضل، اعلیٰ اور اولیٰ ہے۔

..... حضور ﷺ کی دائمی سنت اور ہمیشہ کا معمول پہلے دن قربانی کرنا ہے۔

- ✽.....سوانٹ کی قربانی بھی حضور ﷺ نے پہلے دن ہی فرمائی تھی۔
- ✽.....جو آدمی چوتھے دن قربانی کرے اس کا عمل حضور ﷺ کے عمل کے خلاف ہے۔
- ✽.....چوتھے دن کی قربانی کرنا آپ کی سنت نہیں بلکہ خلاف سنت ہے۔
- ✽.....چوتھے دن قربانی کو سنت کہہ کر سنت کو زندہ کرنے کا دعویٰ اور غلط بات کرتا ہے۔
- ✽.....کیونکہ جب چوتھے دن قربانی سنت ہی نہیں تو وہ کس سنت کو زندہ کرے گا؟
- ✽.....ایسا آدمی جاہلوں والی بات کرتا ہے۔
- ✽.....چوتھے دن قربانی کو سنت کہنا یہ ایسی بات ہے جس کے پیچھے کوئی دلیل نہیں۔

مخلصانہ گزارش:

بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ چوتھے دن قربانی کے دلائل ضعیف اور کمزور نہیں۔ تو بھی احتیاط اسی میں ہے کہ قربانی انہی دنوں میں کی جائے جن دنوں کے متعلق سب کا اتفاق ہے، اور وہ صرف پہلے تین دن ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ سے چوتھا دن کم از کم مشکوک ضرور ہو جاتا ہے۔ لہذا اتنی رقم خرچ کر کے، اتنی محنت و کوشش اور جانوروں کی اس قدر خدمت و تواضع کے بعد بھی اگر قربانی شک و شبہ کی نظر ہو جائے تو یہ محنت، یہ کوشش، یہ خدمت اور اتنی رقم کس کام آئی؟

لہذا خوب سوچ لیں! کہیں آپ کی قربانی ضائع نہ ہو جائے۔

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور! منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

کیا قربانی واجب ہے؟

فقہاء و محدثین کے اقوال:

عید قربان کے موقع پر دی جانے والی قربانی کے متعلق آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ میں

وارد شدہ ترغیب و ترہیب اور تاکید و تشدید کے پیش نظر امت مسلمہ کے جلیل القدر فقہاء محدثین، مفسرین و محققین میں اسکے وجوب کے بھی قائل ہیں اور بعض سنت مؤکدہ ہونے کے۔

..... حضرت امام نووی شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

امام ربیعہ، امام اوزاعی، امام ابوحنیفہ اور امام لیث بن سعد فرماتے ہیں ”ہی واجبة علی الموسر“ قربانی واجب ہے ہر اس شخص پر جو مالدار ہو۔ بعض مالکی فقہاء بھی اسی بات کے قائل ہیں، امام اوزاعی بھی مالدار پر قربانی کو واجب قرار دیتے ہیں سوائے حاجی کے منیٰ میں اور امام محمد بن حسن کہتے ہیں یہ شہروں میں مقیم لوگوں پر واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ کی طرف سے مشہور موقف یہی ہے کہ وہ مالک نصاب مقیم پر قربانی کو واجب قرار دیتے ہیں۔ ﴿نوی شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵۳﴾

..... علامہ بدرالدین بعلی حنبلی فرماتے ہیں:

امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے قربانی کے متعلق دو قول ہیں جن میں ایک قول قربانی کے وجوب کا ہے۔ ﴿مختصر الفتاویٰ المصریہ ص ۵۲۲﴾

..... امام ابوسلیمان احمد بن خطاب شافعی نے حضرت امام ابراہیم نخعی کے متعلق بھی نقل کیا کہ آپ بھی وجوب قربانی کے قائل ہیں۔ ﴿معالم السنن ج ۴ ص ۹۴﴾

..... حافظ ابن رشد مالکی نے امام مالک سے ایک روایت قربانی کے وجوب کی نقل کی ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ ﴿بدایہ المجتہد ج ۱ ص ۴۴۸﴾

..... شمس الائمہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

ہمارے (احناف کے) نزدیک امیروں اور اقامت گزینوں (جو مسافر نہیں) پر قربانی واجب ہے..... اس سلسلے میں ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”فصل لربک وانحر“ اپنے رب کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔ (یہ حکم ہے) اور امر، وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔ نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا جس شخص کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔ قربانی نہ کرنے پر عید (دھمکی) کا ہونا اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب قربانی واجب ہو۔

﴿المبسوط ج ۲ ص ۸، ۹، بحوالہ شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۱۲۹ از علامہ سعیدی﴾

..... ﴿حضرت علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابو حنیفہ کے دونوں شاگرد (امام ابو یوسف و امام محمد) اس بات کے قائل ہیں کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے، جبکہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ خود اس کے وجوب کے قائل ہیں، اور آپ اقامت (اپنے شہر میں ہونا) اور نصاب (اتنا مال کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے) کو وجوب قربانی کے لئے معتبر مانتے ہیں۔ حضرت امام صاحب علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ میں مسلسل دس سال تک قربانی دی ہے، اور آپ نے ان صحابہ کرام رحمہم اللہ کو قربانی لوٹانے کا حکم دیا جنہوں نے عید کی نماز سے قبل جانور ذبح کر لیے تھے۔ آپ کا انہیں دہرانے کا حکم دینا وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ دلیل بھی وجوب قربانی کی دلیل ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے اعلان فرمادیا کہ جو آدمی طاقت و وسعت کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔

﴿مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۳۰۲﴾

..... ﴿امام ابو داؤد نے لکھا ہے:

﴿سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۹﴾ باب فی ایجاب الاضاحی

یعنی قربانی کے واجب ہونے کا بیان۔

..... ﴿امام ابو بکر کہتے ہیں:

فصل لربك وانحر کی دوسری تاویل سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی کرنا واجب ہے۔

﴿احکام القرآن ج ۳ ص ۴۷۵﴾

غیر مقلد علماء کی آراء:

غیر مقلدین اور دیوبندی حضرات کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں اور قاضی شوکانی غیر مقلد نے نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۱۸ پر بھی قربانی کے وجوب پر ائمہ مجتہدین، فقہاء و محدثین کے اقوال مبارکہ نقل کئے ہیں۔

✽..... نواب نور الحسن بن نواب صدیق حسن بھوپالوی نے عرف الجادی ص ۲۴۱ پر قربانی کو واجب کہا۔
✽..... وحید الزمان حیدر آبادی نے ایک قول قربانی کے واجب ہونے کا لکھا ہے۔ نزل الابرار ج ۳ ص ۹۵۔

✽..... وہابی حضرات کے ترجمان ”ماہنامہ الدعویٰ“ میں حافظ سیف اللہ نے ”قربانی اور اس کا سبق“ کے عنوان سے مضمون لکھا جس میں یہ بات واضح لکھی ہے کہ:
”مضبوط و محکم دلائل کی رو سے اہل استطاعت کے لئے قربانی وجوب کے درجہ تک پہنچتی ہے۔“ ﴿مجلہ الدعویٰ، بابت ۱۹۹۲﴾

✽..... وہابی حضرات کے مجتہد العصر، حافظ عبد اللہ روپڑی تو قربانی کو اس قدر ضروری سمجھتے ہیں کہ قرض لے کر قربانی کرنی پڑے تو تب بھی قربانی کرنی چاہیے۔ ﴿فتاویٰ اہلحدیث ج ۲ ص ۸۰﴾
✽..... محمد نواز غیر مقلد نے قربانی کو فرض قرار دیا ہے۔ ﴿خطبات نواز ج ۱ ص ۵۲۷، ۵۲۸﴾

مسافر کی قربانی:

صحاح ستہ میں مسافر کے متعلق دو طرح کی روایات ملتی ہیں۔ بعض میں یہ ذکر ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حالت سفر میں بھی قربانی دی ہے۔ جیسا کہ روایات گزر چکی ہیں اور بعض روایات میں یہ بات بھی موجود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حالت سفر میں قربانی نہیں کرتے تھے۔

﴿مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۳۸۳، نصب الراية ج ۲ ص ۲۱۱﴾

ان روایات کی تطبیق یوں کی جاسکتی ہے کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں، لیکن اگر کر لے تو ثواب پائے گا۔

نوٹ: قربانی صرف مرد پر ضروری نہیں اگر عورت طاقت، وسعت اور دولت رکھتی ہے تو قربانی کا حکم اس پر بھی عائد ہوگا۔ لہذا وہ الگ سے قربانی کرے گی۔

قربانی، صرف جانور کا خون بہانے سے ادا ہوگی:

قربانی کے متعلق یہ بات لازم ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی صرف اسی صورت میں ادا ہوگی کہ جانور خدا کے نام پر ذبح کیا جائے، اگر کوئی آدمی جانور خریدنے کی بجائے اتنی رقم غریبوں کی امداد، جہاد اور رفاہی امور کے لئے کسی کو دے دیتا ہے تو اس کی قربانی قطعاً ادا نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ تعلیمات نبوی علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات کے سراسر خلاف ہے۔

..... آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دسویں ذوالحجہ کو ابن آدم (مسلمان) کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک خون بہانے (قربانی) سے زیادہ پیارا نہیں۔ ﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۰، ابن ماجہ ص ۲۳۳، مشکوٰۃ ص ۱۲۸، المستدرک ج ۲ ص ۲۲۲﴾
..... دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

عید قربان کے دن جو رقم قربانی کے لیے خرچ کی جاتی ہے اس سے زیادہ کوئی رقم اللہ کو محبوب نہیں۔ ﴿مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۰، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۵﴾
..... ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

عید کے دن سب سے پہلا کام جو ہم انجام دیں گے وہ نماز کے بعد قربانی ہے، جس نے نماز کے بعد قربانی کی اس نے ہماری سنت کو پالیا۔

﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۲، مسلم ج ۲ ص ۱۵۴، مشکوٰۃ ص ۱۲۶﴾

اگر بعض نادانوں کے بقول جانوروں کو ذبح کرنا ظلم و ستم اور جان تلفی و نسل کشی ہوتا تو محبوب جہاں، رحمت عالمیاں، چارہ گریکساں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کبھی یہ عمل نہ کرتے آپ ﷺ کا اس عمل کو دائمی اپنانا اور اس کا حکم دینا اس بات پر واضح دلیل ہے کہ جانوروں کو ذبح کرنا ہی قربانی ہے اور یہ عمل ظلم و ستم اور جان تلفی اور فضول خرچی کے زمرے میں ہرگز نہیں آتا۔

قربانی ایک اسلامی یادگار ہے:

ہر قوم کے کچھ شعار اور کچھ علامات ہوتی ہیں، ان کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر سالہا سال گزر جانے کے باوجود انہیں برقرار و سلامت رکھا جاتا ہے، اس وقت اس یادگار پر خرچ ہونے والی رقم کو نہیں دیکھا جاتا، مثلاً ہمارے ملک پاکستان کے سرکاری مراکز اور تعلیمی اداروں پر جولاکھوں کی تعداد میں جھنڈے لہرائے جاتے ہیں، علاوہ ازیں ملکی، ملی اور تاریخی یادگاروں پر استعمال ہونے والی دولت ہرگز ضائع نہیں، تو اسلامی دینی اور ایمانی یادگاروں پر خرچ ہونی والی دولت بھی قطعاً فضول و بیکار نہیں بلکہ اللہ کی خوشنودی، حضور ﷺ کی تابعداری اور دونوں جہاں میں سرخروئی کا باعث ہے۔

قربانی نسل کشی نہیں:

قربانی موت نہیں، بلکہ ایک حیات ابدی کا نام ہے۔ قربانی دینے والے مرتے نہیں، بلکہ ایک لاشعوری حیات سے سرفراز ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جانور ذبح کرنے سے نسل ختم ہو جاتی ہے تو یہ مفروضہ بھی بنی بر نادانی ہے کیونکہ عام مشاہدہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قربانی دینے کے علاوہ سارا سال حلال گوشت کی غرض سے جانوروں کے ذبح ہونے کے باوجود آج تک قربانی کے جانوروں میں کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ قدرتی طور پر دن بدن اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔

قربانی صرف مکہ سے خاص نہیں:

قرآن اور حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ قربانی صرف مکہ مکرمہ سے خاص نہیں مسلمان جس

خطے اور جس علاقے میں بھی ہوں انہیں قربانی کا فریضہ ادا کرنا چاہیے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فصل لربك وانحر ﴿الکوثر، ۲﴾ ”اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کر۔“

یہ حکم صرف حضور اکرم ﷺ کو نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے اس صریح حکم میں تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں نہ تو قربانی کو مکہ مکرمہ سے مقید کیا گیا ہے اور نہ حاجی سے خاص کیا گیا ہے۔

اسی طرح احادیث مبارکہ میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور دیگر علاقوں میں بھی قربانی فرمائی ہے چند احادیث ملاحظہ ہوں!

..... سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بے شک نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ میں کبھی اونٹوں کی قربانی فرماتے اور جب اونٹ نہ ملتے تو

مینڈھے قربانی فرماتے۔ ﴿سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۷۲﴾

..... حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

ضحی بالمدينة بکبشین اقرنین املحین

﴿ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰ واللفظ له، بخاری ج ۱ ص ۲۳۱﴾

یعنی آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں دو سینگوں والے چتکبرے مینڈھے قربانی کئے۔

..... حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے بنو زریق (انصار مدینہ کا ایک قبیلہ) کی گلی کے کنارے پر اپنے ہاتھ سے

چھری کے ساتھ قربانی فرمائی۔ ﴿ابن ماجہ ص ۲۳۵﴾

..... حضرت کلیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک وفد فارس کے علاقہ میں کفار سے جنگ

لڑ رہا تھا کہ قربانی کے دن آگئے ہمیں پریشانی لاحق ہوئی کیونکہ ہمیں سال بھر کی بکریاں دستیاب نہ ہو سکیں، تو حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اگر بکریاں نہیں ملتیں تو کیا حرج؟ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا ہے کہ چھ ماہ سے زائد عمر کے مینڈھا کی قربانی بھی جائز ہے، لہذا اس کی قربانی کرلو!

﴿المستدرک ج ۴ ص ۲۲۶، نسائی ج ۲ ص ۲۰۳، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۷۰، ابن ماجہ ص ۲۳۴ ماخوذ﴾

ذبح کے آداب:

ذبح کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمان، عاقل اور بالغ ہو، اگر بچہ سمجھ دار ہو تو وہ بھی ذبح کر سکتا ہے۔ اگر قربانی دینے والا ذبح کے طریقے کو بخوبی جانتا ہو تو خود ذبح کرے، ورنہ کسی متقی، پرہیزگار اور نیک سیرت آدمی سے ذبح کرائے، اور قربانی دینے والا آدمی، جانور کے قریب کھڑا ہو کیونکہ حضور اکرم ﷺ خود اپنے دست مبارک سے اپنی قربانی ذبح فرمایا کرتے تھے اور جب آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قربانی کو ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا تو انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی قربانی کے قریب کھڑی ہو جائیں۔ جانور کو بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں، چھری وغیرہ کو اچھی طرح تیز کر لیا جائے تاکہ جانور کی رگیں آسانی سے کٹ جائیں، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب جانور ذبح کرنے لگو تو چھری اور ذبح کے آلہ کو اچھی طرح تیز کر لو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔

﴿مسلم ج ۲ ص ۱۵۲، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۳، ابن ماجہ ص ۲۳۶، نسائی ج ۲ ص ۲۰۶، مشکوٰۃ ص ۳۵۷﴾

اور یہ احتیاط ملحوظ خاطر رکھی جائے کہ جانور کو لٹانے سے پہلے چھری کو تیز کیا جائے۔ ایک آدمی بکری کو لٹا کر چھری تیز کرنے لگا تو حضور اکرم ﷺ نے اسے سختی سے ڈانٹا کہ اس بے چاری کو کتنی موتیں دے گا؟ جانور لٹانے سے پہلے چھری تیز کیا کرو۔

﴿المستدرک ج ۴ ص ۲۳۱، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳﴾

حدیث میں چھری تیز کرنے اور اسے جانور سے چھپانے کا حکم ہے۔

﴿ابن ماجہ ص ۲۳۶، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۸۰، مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۸﴾

کیا عورت ذبح کر سکتی ہے؟

اگر عورت ذبح کے طریقہ کو بخوبی جانتی ہو تو وہ جانور ذبح کر سکتی ہے۔

ایک عورت نے بکری ذبح کی تو رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے

فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ اسے کھالو۔ ﴿موطا امام مالک ص ۴۸۹، بخاری ج ۲ ص ۸۲۷﴾

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادیوں کو حکم دیا کہ وہ خود جانور ذبح کیا کریں۔

﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۴﴾

فقہ اعظم مولانا نور اللہ بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عورت ایمان دار باقاعدہ ذبح کرے تو جائز ہے۔ ﴿فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۴۰۸﴾

جانور کھان ذبح کریں؟

قربانی کے لیے کوئی مخصوص مقام نہیں ہے۔ عید گاہ کے قریب کریں یا گھر، گلی اور حویلی میں، ہر

طرح درست ہے..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ يذبح وينحر بالمصلى

﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۳ واللفظ له، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲، مشکوٰۃ ص ۱۲۷، نسائی ج ۲ ص ۲۰۲﴾

یعنی رسول کریم ﷺ عید گاہ میں جانور کو ذبح اور نحر فرماتے تھے۔

﴿..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی عید گاہ میں قربانی کیا کرتے تھے۔﴾

﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۳، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲﴾

سابقہ روایات میں موجود ہے کہ آپ نے اپنے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھی

جانور ذبح فرمایا۔ ﴿المستدرک ج ۴ ص ۲۲۲، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۸۳﴾

اور مدینہ منورہ کے بنور زلیق محلہ کی ایک گلی کے کونے پر بھی۔ ﴿ابن ماجہ ص ۲۳۵﴾

ذبح کا طریقہ:

مذکورہ بالا آداب کے بجالانے کے بعد جانور کو پکڑیں اور بائیں پہلو پر لٹا کر اسے قبلہ رخ کر لیں۔ اپنا دایاں پاؤں اس کے پہلو پر رکھ کر جلدی سے اس کے گلے کی رگیں کاٹ دیں۔ مندرجہ ذیل چار رگوں کا کٹنا ضروری ہے۔

حلقوم..... وہ رگ جس کے ذریعے سانس آتا جاتا ہے۔

مری..... وہ رگ جس کے ذریعے خوراک اندر جاتی ہے۔

ود، جان..... گردن کے ارد گرد خون کی دو رگیں۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الذکاة ما بین اللبة واللحيتين ﴿دارقطنی ص ۵۴۴﴾

دو جبرؤں اور سینہ کے بالائی حصہ کی درمیانی جگہ کا کاٹنا ذبح ہے۔

مستحب یہ ہے کہ گائے، بکری، دنبہ اور مینڈھا وغیرہ ذبح کیا جائے اور اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کیا

جائے۔

ذبح کے وقت کی دعا:

انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض علی ملة ابراهيم حنیفا وما انا

من المشرکین ان صلواتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لا شریک له

وبذالك امرت وانا من المسلمین اللهم منك و لك (عنی او عن فلاں) پھر اسے بسم اللہ

واللہ اکبر پڑھ کر ذبح کر دیں۔

کھال کب اتاریں؟

جب جانور کی حرکت رک جائے اور سانس کا سلسلہ ختم ہو جائے تب اس کی کھال کو اتارا جائے۔ اس سے پہلے کھال ہرگز نہ اتاریں۔۔۔ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جانور کا سانس بند ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنے اور اس گوشت بنانے سے منع فرمایا ہے۔ ﴿نصب الرایۃ ج ۲ ص ۱۸۹، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴﴾

بخاری ج ۲ ص ۸۲۸ پر بھی اس کے متعلق رہنمائی موجود ہے۔

✽..... قربانی کا جانور، ذبح سے قبل یا ذبح کے وقت بچہ جن دے تو اسے بھی ذبح کر دیا جائے۔ اس بچے کا گوشت استعمال کرنا بالکل درست اور صحیح ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کا یہی فتویٰ ہے۔ ﴿ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴، مشکوٰۃ ۳۵۸، ابن ماجہ ص ۲۳۸، مستدرک ج ۲ ص ۱۱۴﴾

گوشت کی تقسیم:

جب گوشت تقسیم کیا جائے تو اس میں اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ اونٹ اور گائے میں جو سات افراد شریک ہیں وہ ان کے گوشت کو سات حصوں میں برابر تقسیم کریں..... بہتر یہ ہے کہ ترازو وغیرہ سے وزن کر کے شرکاء میں بانٹ لیں۔ بھیڑ، بکری یا دنبہ کی قربانی دینے والے، اور گائے یا اونٹ سے اپنا حصہ لینے والے کو مکمل اختیار ہے کہ اگر اس کے اہل عیال زیادہ ہیں تو وہ سارا گوشت گھر بھی رکھ سکتا ہے۔ لیکن مستحب یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کر لیے جائیں، ایک حصہ گھر والوں کے لیے، دوسرا حصہ دوست و احباب کو بھیج دیا جائے اور ایک حصہ غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔

قربانی کا گوشت خود کھانا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَكُلُوا مِنْهَا وَاطْعَمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرِ ﴿الحج، ۳۶﴾

(قربانی کے جانوروں کا گوشت) خود بھی کھاؤ و فقیروں اور مانگنے والوں کو بھی کھلاؤ۔

﴿.....﴾ امام مالک فرماتے ہیں: معتر سے مراد زائر یعنی سوال کے لیے آنے والا ہے۔ اور قانع، ضرورت مند ہوتا ہے۔ ﴿موطا امام مالک ص ۲۹۳﴾

اس آیت سے جہاں یہ واضح ہو گیا کہ قربانی کا گوشت غریبوں اور فقیروں کو بھی کھلانا چاہیے وہاں یہ بھی واضح ہوا کہ قربانی کرنے والا آدمی خود بھی اپنی قربانی کا گوشت کھا سکتا ہے۔ ﴿.....﴾ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے (دوران سفر) ایک قربانی فرمائی تو مجھے اس کا گوشت بنانے کا حکم فرمایا۔ میں مدینہ منورہ واپس آنے تک وہ گوشت آپ کو کھلاتا رہا۔ ﴿مسلم ج ۲ ص ۱۵۰، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۳﴾ ﴿.....﴾ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

مدینہ منورہ میں ہم لوگ قربانی کے گوشت کو نمک لگا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کرتے، تو آپ ﷺ سے تناول فرماتے تھے۔ ﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۵﴾ ﴿.....﴾ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق میں نے ہراونٹ کا تھوڑا تھوڑا حصہ لیا، اسے ہنڈیا میں پکا کر آپ کی بارگاہ میں پیش کیا تو اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضور اکرم ﷺ نے مل کر کھایا اور شور بے کا ذائقہ پسند کیا۔ ﴿ابن ماجہ ص ۲۳۵﴾

جانور کی کھال اور دیگر اشیاء کا حکم:

قربانی کے جانور کی کسی چیز کو ہرگز بیچا نہ جائے۔ اگر کوئی چیز غلطی سے بیچ دی گئی ہو تو اس کی قیمت کو اپنے پاس نہ رکھیں بلکہ غریبوں کو صدقہ کر دیں۔ اگر اس کے بال کٹوائے جائیں تو انہیں بھی فروخت نہ کریں، اسی طرح اس کی جل، لگام اور گلے میں ڈالا ہوا پیٹھ، پاؤں میں ڈالے ہوئے گنگھرو اور دیگر تمام اشیاء کو صدقہ کر دیں۔ جانور کی کھال بھی صدقہ کر دی جائے۔

..... حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من باع جلد اضحیۃ فلا اضحیۃ لہ

﴿سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۹۴، نصب الرایۃ ج ۴ ص ۴۱۸، مستدرک ج ۲ ص ۳۸۹﴾

جس نے اپنی قربانی کی کھال کو بیچا اس کی قربانی نہیں ہوگی۔

..... حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم فرمایا تھا کہ جانور کی کھالیں اور لگائیں وغیرہ صدقہ کرو۔

﴿بخاری ج ۱ ص ۲۳۱، ۲۳۰، نصب الرایۃ ج ۴ ص ۴۱۹، ابن ماجہ ص ۲۳۵﴾

..... قربانی کے جانور کی کوئی چیز بھی فروخت نہ کی جائے۔ ﴿سنن کبریٰ بیہقی ج ۹ ص ۲۹۴﴾

فقہاء کے نزدیک قربانی کے گوشت اور کھال کا ایک ہی حکم ہے۔

..... صاحب ہدایہ امام مرغینانی رقمطراز ہیں:

واللحم بمنزلة الجلد في الصحيح۔ ﴿ہدایہ ج ۴ ص ۴۴۹﴾

اور (قربانی کا) گوشت کھال کے در حکم میں ہے۔

صحیح مسلک کے مطابق جس طرح گوشت غریب، مسکین اور امیر کبیر آدمی کو دیا جاسکتا ہے یونہی جانور کی کھال بھی غریبوں کی طرح امیروں کو بھی دی جاسکتی ہے۔ مسجد میں بھی قربانی کی کھال دینا جائز ہے۔

..... اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

جلد براہ راست صرف کی جاسکتی ہے..... اور اگر مسجد و مدرسہ میں دینے کے لیے داموں کو

فروخت کی تو دام بھی براہ راست صرف کیے جاسکتے ہیں۔ ﴿عرفان شریعت ج ۲ ص ۱۶﴾

..... بہار شریعت ج ۱۵ ص ۱۴۸ میں ہے:

قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لایا جاسکتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لیے دے مثلاً

مسجد یاد دینی مدرسہ کو دیدے۔

✽..... فتاویٰ مظہری ص ۱۵۸ میں ہے:

قربانی کی کھالیں..... مسجد کی ضروریات میں صرف کر سکتے ہیں۔

✽..... فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۳۸۸ قربانی کی کھال مسجد پر جائز ہے۔

✽..... فتاویٰ نعیمیہ ج ۱ ص ۴۹۳ میں ہے:

قربانی کی کھال فروخت کرنے سے پہلے بوجہ نفلی صدقہ ہر طرح مستعمل ہو سکتی ہے خواہ بعینہ کھال استعمال کی جائے یا کسی غیر مستہلک منفعت والی چیز کے بدلے سے اور خواہ قربانی والا اپنے مصرف میں لائے۔ یا کوئی بھی امیر یا غریب یا مسجد یا ادارے میں استعمال ہو۔ مثلاً کھال کے بدلے کوئی کپڑا، اینٹ لکڑی وغیرہ لے لی جائے اس کو گھر میں برتو یا مسجد وغیرہ میں شرعاً بالکل جائز ہے۔
✽ از مفتی محمد ابراہیم خاں نعیمی ✽

مزید تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۵۴ پر ملاحظہ ہو!

اور امام مسجد و خطیب کو بھی بطور ہدیہ دی جاسکتی ہے بطور اجرت یا تنخواہ کے نہیں۔ اگر اجرت یا تنخواہ کے طور پر دی جائے گی تو قربانی نہ ہوگی۔

✽..... جانور کی کھال ذبح کرنے والے شخص کو ذبح کی اجرت کے طور پر ہرگز نہ دیں۔

✽..... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قربانی کی کھال کو نہ بیچو اور ذبح کرنے والے آدمی کو کھال اجرت میں نہ دو!۔ ✽..... حضرت

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم جس آدمی سے ذبح کراتے تھے اسے اپنی طرف سے اجرت الگ دیتے تھے۔

✽ نصب الرأیہ ج ۴ ص ۲۱۹ ✽

گوشت ذخیرہ کرنا:

بہتر تو یہی ہے کہ قربانی کا گوشت جمع نہ کیا جائے بلکہ دوست و احباب اور غرباء میں تقسیم کر دیا جائے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے اہل و عیال کے لیے کے لیے گوشت جمع کرنا چاہے، تو شرعی لحاظ سے وہ گوشت ذخیرہ کر سکتا ہے۔ ابتداء میں حضور اکرم ﷺ نے تین دن سے زائد دنوں تک گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا اور آئندہ سال اجازت فرمادی کہ اگر کوئی مسلمان تین دن سے زائد دنوں تک گوشت جمع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔۔۔ ملاحظہ ہو!

..... حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تین دن کے بعد گوشت نہیں کھا سکتے، اس کے بعد دوسرے سال فرمایا اپنی قربانیوں کا گوشت کھا بھی سکتے ہو، جمع بھی کر سکتے ہو اور ذخیرہ بھی بنا سکتے ہو۔ ﴿مسلم ج ۲ ص ۱۵۸، مستدرک ج ۴ ص ۲۳۲﴾

..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول پاک ﷺ نے مدینہ منورہ کے باشندوں کو ارشاد فرمایا: اے اہل مدینہ! تین دن کے بعد گوشت نہ کھایا کرو۔ تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: حضور! ہمارے اہل و عیال ہیں، خادم اور تعلق دار ہیں (ہمیں تین دن سے زیادہ کی اجازت مل جائے) تو آپ نے فرمایا:

کلوا و اطعموا و احسبوا و ادخروا۔ ﴿مسلم ج ۲ ص ۱۵۹، مستدرک ج ۴ ص ۲۳۲﴾
کھاؤ، کھلاؤ، جمع کرو، ذخیرہ بناؤ (تمہیں اجازت ہے)۔

..... اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت نبیشہ ہزلی رضی اللہ عنہا سے مروی روایات کا مفہوم بھی یہی ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ کی طرف سے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے پر پابندی عائد ہوئی تو اگلے سال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پچھلے سال والی پابندی اس سال بھی قائم ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا: اس سال لوگوں کو گوشت کی تنگی تھی اب فراخی

اور وسعت پیدا ہو چکی ہے لہذا اب وہ پابندی اٹھالی گئی ہے، تمہیں اجازت ہے قربانی کا گوشت کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ بھی بنا سکتے ہو۔ ﴿بخاری ج ۲ ص ۸۳۵، مسلم ج ۲ ص ۱۵۹، ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲، ۳۳، ابن ماجہ ص ۲۳۵﴾
 متعدد صحابہ کرام سے بھی اسی مفہوم کی روایات ملتی ہیں۔ ﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۲﴾

پورے گھر کی طرف سے اجتماعی قربانی:

اگر خاندان کا سربراہ ایک ہو، سب کا مال و دولت ایک آدمی کے ہاتھ ہو، اور سب کا خزانہ اکٹھا ہو تو گھر کے سربراہ پر قربانی کرنا واجب ہے۔ اگر علیحدہ علیحدہ خزانہ ہوگا تو پھر ہر ایک پر الگ الگ قربانی ضروری ہوگی۔ اور اگر اہل خانہ صاحب نصاب نہیں ہیں تو پھر ایک قربانی تمام اہل خانہ کی طرف سے بھی ہو سکتی ہے۔

..... حضرت ابو سرحہ بیان کرتے ہیں:

كان اهل البيت يضحون بالشاة والشاتين..... الحديث ﴿ابن ماجہ ص ۲۳۴﴾
 ایک گھر والے ایک بکری اور دو بکریاں بھی قربانی کر لیا کرتے تھے۔

..... اور حضرت عطاء بن یسار نے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا:

كيف كانت الضحايا فيكم على عهد رسول الله ﷺ قال كان الرجل في عهد

النبي يضحى بالشاة عنه وعن اهل بيته فيا كلون ويطعمون۔ ﴿ابن ماجہ ص ۲۳۴﴾

عہد نبوی میں تمہارے درمیان قربانیوں کا طریقہ کیا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ دور نبوت میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے اہل خانہ کی طرف سے بکری ذبح کیا کرتا تھا، تو وہ اسے کھاتے پیتے تھے۔

میت کی طرف سے قربانی:

گزشتہ احادیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ قربانی کے ثواب میں فوت شدگان کو شامل کرنے کا

طریقہ درج ذیل ہیں:

جانور خرید کر اپنے کسی بھی فوت شدہ رشتہ دار کی طرف سے قربانی کی جائے اور اس کا ثواب مرنے والے کو پہنچا دیا جائے۔ اگر جانور پر کسی فوت شدہ بزرگ، عزیز اور رشتہ دار کا نام ذکر کیا جائے تو اس سے جانور حرام نہیں ہوتا۔ اگر غیر اللہ کا نام آجانے سے جانور حرام ہو جاتا تو حضور اکرم ﷺ قربانی کے جانوروں پر اپنا، اپنی آل اور اپنی امت کا نام ہرگز نہ لیتے۔

یاد رہے یہ طریقہ تب اپنایا جائے گا جب آدمی پہلے اپنی طرف سے جانور قربانی کرے اس کے بعد اگر وسعت اور طاقت ہو تو پھر کسی بھی بزرگ یا رشتہ دار کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے، ورنہ نہیں۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اگر میت نے قربانی کی وصیت کی ہو تو پھر قربانی کا سارا گوشت فقرا میں تقسیم کرنا ضروری ہے، ورنہ خود بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ ﴿ترمذی ج ۱ ص ۱۸۱﴾

اشیاء خورد و نوش پر تلاوت:

حضور اکرم ﷺ نے قربانی کے جانور پر آیات قرآنیہ کی تلاوت بھی فرمائی ہے مثلاً: انا فی وجہت وجہی للذی..... الخ اور ان صلواتی ونسکى..... الخ وغیرہ۔ جس سے واضح ہوا کہ کھانے والی اشیاء پر قرآن کی تلاوت کرنا برکت کا سبب ہے۔ اس کی مخالفت کرنا سراسر نادانی ہے۔

حرف آخر:

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو خلوص، پیار اور محبت و عقیدت سے قرآن و سنت کی روشنی میں قربانی جیسا مبارک عمل سرانجام دینے کی توفیق عنایت فرمائے اور اپنے محبوب، طالب و مطلوب، رسول مکرم ﷺ کے طفیل تمام مسلمانوں کی قربانیوں کو شرف قبولیت سے نوازے!۔۔۔ اللہم آمین۔۔۔

بحق سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم



ضمیمہ

اہلسنت کے مقابلہ میں چوتھے دن قربانی کرنے والوں کے لیے دعوت فکر

قربانی کے صرف تین دن
چوتھے دن قربانی کی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔
وہابی ”علماء و محققین کا واشگاف اعلان
قربانی کے تین دن ہیں

از غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال:.....حدیث کل ایام التشریق ذبح بلحاظ سند کیسی ہے؟

جواب:.....یہ حدیث جمیع سندوں کے ساتھ ”ضعیف“ ہے۔

۱.....اس کو ابونصر التمار عبد الملک بن عبد العزیز القشیری نے سعید بن عبد العزیز عن

سلیمان بن موسیٰ عن عبد الرحمن بن أبی حسین عن جبیر بن مطعم کی سند سے مرفوع

روایت کیا ہے: وفی کل ایام التشریق ذبح۔ ”ایا تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ) کا ہر دن قربانی کا دن

ہے۔“ ﴿مسند البزار (کشف الاستار: ۱۱۲۶)﴾ ﴿الکامل لابن عدی: ۳/۲۶۹، نسخہ

آخری: ۳/۱۱۸، واللفظ له، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹/۲۹۵، ۲۹۶، المحلی لابن حزم: ۷/۲۷۲﴾

اسکو امام ابن حبان (۳۸۵۴) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

تبصرہ: یہ سند انقطاع کی وجہ سے ”ضعیف“ ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: وفی اسنادہ انقطاع، فانه من رواية عبد الله

(والصواب عبد الرحمن) ابن ابی حسین عن جبیر بن مطعم، ولم یلقه۔

”اس کی سند میں انقطاع ہے، یہ عبد الرحمن بن ابی حسین کی روایت ہے، وہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ

سے نہیں ملے۔“ ﴿التلخیص الحبیر: ۲/۲۵۵﴾

عبد الرحمن بن ابی حسین النوفلی ”مجهول الحال“ ہے، امام ابن حبان رحمۃ اللہ کے علاوہ کسی نے اس کی توثیق بیان نہیں کی۔

۲..... اس روایت کو ابوالمغیرہ عبد القدوس بن الحجاج المحضی (اور ابو الیمان الحکم بن نافع المحضی

مسند احمد: ۴/۸۲، بیہقی: ۹/۲۹۵) نے سعید عن سلیمان بن موسیٰ عن جبیر بن مطعم کی سند سے روایت کیا

ہے۔ ﴿مسند الامام احمد ۴/۸۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵/۲۳۹، ۹/۲۹۵﴾

تبصرہ: اس کی سند بھی انقطاع کی وجہ سے ”ضعیف“ ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

هذا هو الصحيح، وهو مرسل۔ ”یہی صحیح ہے، لیکن یہ مرسل ہے۔“

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: هكذا رواه احمد، وهو منقطع، فان سليمان بن

موسى الأشدق لم يدرك جبیر بن مطعم۔“

امام احمد نے اس حدیث کو اسی طرح بیان کیا ہے، اور یہ منقطع ہے، کیونکہ سلیمان بن موسیٰ

الاشدق نے سیدنا جبیر بن مطعم کا زمانہ نہیں پایا۔ ﴿نصب الراية للزيلعي: ۳/۶۱﴾

۳..... حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: اخرجه أحمد لكن في سنده انقطاع

ووصله الدار قطنی ورجاله ثقات۔ ”اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے، لیکن اس کی سند

میں انقطاع ہے، اس کو دارقطنی ﴿٤/٢٨٤، ح: ٤٧١١-٤٧١٢﴾ نے موصول ذکر کیا ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ﴿فتح الباری: ٨/١٠﴾

تبصرہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ دعویٰ کہ امام دارقطنی رحمۃ اللہ اس کو موصول کیا ہے، محل نظر ہے، سوید بن عبدالعزیز کا سعید بن عبدالعزیز التتوخی سے سماع مطلوب ہے۔
نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں، بالکل صحیح نہیں، خود حافظ ابن حجر نے اس راوی سوید بن عبدالعزیز کو ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

﴿تقریب التہذیب: ٢٦٩٢، لسان المیزان: ٣/٤، فتح الباری: ١/٥٧٢﴾
حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ضعفہ احمد و جمہور الائمة و وثقہ دحیم۔
”اس کو امام احمد اور جمہور ائمہ نے ضعیف اور امام دحیم نے ثقہ کہا ہے۔“

﴿مجمع الزوائد: ٣/١٤٨، ٧/٨٩﴾

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وهذا غیر قوی لأن راویہ سوید۔
”یہ سند قوی نہیں ہے، کیونکہ اس کا راوی سوید (بن عبدالعزیز) ہے۔“

﴿السنن الکبریٰ للبیہقی: ٥/٢٣٩﴾

٢..... عمرو بن أبی سلمہ التنیسی عن حفص بن غیلان عن سلیمان بن موسیٰ

أن عمرو بن دینار حدثه عن جبیر بن مطعم رفعه: كل ايام التشريق ذبح۔

یہ سند ”ضعیف“ ہے، اس کا راوی احمد بن عیسیٰ الخشاب مجروح ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ

فرماتے ہیں: ليس بالقوی۔ ”یہ قوی نہیں ہے۔“ ﴿سوالات السملی: ٦٢﴾

ابن طاہر کہتے ہیں: کذاب يضع الحديث۔

”پر لے درجے کا جھوٹا راوی ہے اور حدیثیں گھڑتا ہے۔“ ﴿لسان المیزان: ١/٢٤٠﴾

امام ابن حبان فرماتے ہیں: ”یہ مشہور راویوں کی طرف منکر روایتیں منسوب کر کے بیان کرتا ہے اور ثقہ راویوں کی طرف مقلوبات منسوب کر کے بیان کرتا ہے، یہ منفرد ہو تو ناقابل حجت ہے۔“

﴿المحروحين ۱/۱۴۶﴾

امام ابن یونس کہتے ہیں: وکان مضطرب الحدیث جدًا۔

”اسکی حدیث سخت مضطرب ہوتی ہے۔“ ﴿لسان المیزان لابن حجر: ۱/۲۴۰﴾

اس پر توثیق کا ایک حرف بھی ثابت نہیں ہے۔

۵..... سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایام التشریق کلھا ذبح ”ایام تشریق سارے کے سارے قربانی کے دن ہیں“

﴿الکامل لابن عدی: ۶/۴۰۰﴾

تبصرہ: یہ سند سخت ترین ”ضعیف“ ہے، اس کا راوی معاویہ بن یحییٰ الصدفی جمہور کے

نزدیک ”ضعیف“ ہے، حافظ یثربی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وضعفہ الجمہور۔ ”جمہور نے اس کو ضعیف کہا

ہے۔“ ﴿مجمع الزوائد للہیثمی: ۳/۸۵﴾

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ”ضعیف“ ہے۔ ﴿تقریب التہذیب: ۲/۶۷۷۲﴾

اس میں امام زہری رحمہ اللہ کی ”تدلیس“ ہے، پھر امام زہری نے اسے ”مرسل“ بھی بیان کیا

ہے۔

الحاصل: حدیث کل ایام التشریق ذبح (ایام تشریق سارے کے سارے قربانی کے

دن ہیں) جمیع سندوں کے ساتھ ”ضعیف“ ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں۔

﴿ماہنامہ السنۃ جہلم شمارہ نمبر ۱۴، ص ۲۹، تا، ۳۱ دسمبر ۲۰۰۹ء﴾



اس مسئلہ پر زبیر علی زئی کے تینوں مضمون درج ذیل ہیں۔

(1) قربانی کے تین دن ہیں

سوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ.....محترم الشیخ صاحب! میرے اس خط اور میرے مندرجہ ذیل سوال کو ماہنامہ ”الحدیث“ میں شائع کریں۔ سوال یہ ہے کہ کیا چوتھے دن قربانی کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟ میں نے بعض علماء سے سنا ہے کہ چوتھے دن قربانی کرنے والی جو احادیث ہیں وہ ضعیف ہیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ قربانی تین دن ہے۔ اس سلسلے میں ہفت روزہ اہل حدیث میں فضیلۃ الشیخ عبدالستار حماد حفظہ اللہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ قربانی چار دن ہے ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

فضیلۃ الشیخ نے لکھا ہے کہ ”قربانی، عید کے بعد تین دن تک کی جاسکتی ہے، عید دسویں (۱۰) ذوالحجہ کو ہوتی ہے، اس کے بعد تین دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ ایام تشریق کو ذبح کے دن قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں (مسند امام احمد ص ۸۲ ج ۲) اگرچہ اس روایت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ منقطع ہے لیکن امام ابن حبان اور امام بیہقی نے اسے موصول بیان کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ﴿صحیح الجامع الصغیر: ۲۵۳﴾

بعض فقہاء نے عید کے بعد صرف دو دن تک قربانی کی اجازت دی ہے ان کی دلیل درج ذیل

امر ہے:

قربانی یوم الاضحیٰ کے بعد دو دن تک ہے (بیہقی ص ۲۹۷ ج ۹) لیکن یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جاسکتا لہذا قابل حجت نہیں۔ علامہ شوکانی نے اس کے متعلق پانچ مذاہب ذکر کئے ہیں پھر اپنا فیصلہ بایں

الفاظ لکھا ہے: ”تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں اور وہ یوم النحر کے بعد تین دن ہیں۔“

﴿نیل الاوطار ص ۱۲۵ ج ۵﴾

واضح رہے پہلے دن قربانی کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسی پر عمل پیرا رہے ہیں لہذا بلاوجہ قربانی دیر سے نہ کی جائے اگرچہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ غرباء مساکین کو فائدہ پہنچانے کے لیے تاخیر کرنا افضل ہے لیکن یہ محض ایک خیال ہے جس کی کوئی منقول دلیل نہیں ہے۔ نیز اگر کسی نے تیرہ (۱۳) ذوالحجہ کو قربانی کرنا ہو تو غروب آفتاب سے پہلے پہلے قربانی کر دے کیونکہ غروب آفتاب کے بعد اگلا دن شروع ہو جاتا ہے۔

﴿ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۳۸-۷ تا ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ ۱۷ اپریل تا ۳ مئی ۲۰۰۷ء﴾

یہ وہ دلائل ہیں جن کو حافظ عبدالستار حماد حفظہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

محترم الشیخ صاحب مندرجہ بالا دلائل اور ان کے علاوہ چوتھے دن قربانی کے جتنے دلائل ہیں ان کو بیان کریں اور ان کی اسنادی حیثیت کو واضح کریں اور اس مسئلہ قربانی کے بارے میں صحیح ترین تحقیق بیان فرمائیں۔ ﴿خرم ارشاد محمدی۔ دولت نگر، گجرات ۲۹/اپریل ۲۰۰۷ء﴾

الجواب: مسند احمد (۸۲، ۴ ج ۵۲، ۱۶۷) والی روایت واقعی منقطع ہے۔

سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ امام بیہقی نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: ”مرسل“ یعنی منقطع ہے۔ ﴿السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۳۹، ج ۹ ص ۲۹۵﴾

امام ترمذی کی طرف منسوب کتاب العلل میں امام بخاری سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”سلیمان لم یدرک احداً من أصحاب النبی ﷺ“ سلیمان (بن موسیٰ) نے نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کو بھی نہیں پایا۔ ﴿العلل الکبیر ۱/۳۱۳﴾

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کسی صحیح دلیل سے یہ ثابت نہیں ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے

سیدنا جبیرؓ کو پایا ہے۔ آنے والی روایت (نمبر ۲) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعمؓ سے یہ روایت نہیں سنی۔

نیز دیکھیے نصب الرأیہ (۶۱/۳)

روایت نمبر ۲: صحیح ابن حبان (الاحسان: ۳۸۴۳، دوسرا نسخہ: ۳۸۵۴) والکامل لابن عدی (۳/۱۱۱۸، دوسرا نسخہ: ۲۶۰/۴) والسنن الکبریٰ للبیہقی (۹/۲۹۵، ۲۹۶) اور مسند البزار (کشف الاستار ۲/۱۱۲۶ ح ۲۷) وغیرہ میں ”سلیمان بن موسیٰ عن عبدالرحمن بن أبی حسین عن جبیر بن مطعم“ کی سند سے مروی ہے کہ ((وفی کل أيام التشریق ذبح)) اور سارے ایام تشریق میں ذبح ہے۔ یہ روایت دو درجہ سے ضعیف ہے:

۱..... حافظ البزار نے کہا: ”وابن أبی حسین لم یلق جبیر بن مطعم“

اور (عبدالرحمن) ابن ابی حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات نہیں ہوئی۔

﴿البحر الزخار ۸/۳۶۴ ح ۳۴۴۴، نیز دیکھیے نصب الرأیہ ج ۳ ص ۶۱ والتمہید نسخہ جدیدہ ۱۰/۲۸۳﴾

۲..... عبدالرحمن بن ابی حسین کی توثیق ابن حبان (الثقات ۵/۱۰۹) کے علاوہ کسی اور سے

ثابت نہیں ہے لہذا یہ راوی مجہول الحال ہے۔

روایت نمبر ۳: طبرانی (المعجم الکبیر ۲/۱۳۸ ح ۱۵۸۳) بزار (البحر الزخار ۸/۳۶۳ ح ۴۴۳

۳) بیہقی (السنن الکبریٰ ۵/۲۳۹، ۲۹۲) اور دارقطنی (السنن ۴/۲۸۴ ح ۴۸۷۱) وغیرہم نے

”سويد بن عبدالعزيز عن سعيد بن عبدالعزيز التنوخي عن سليمان بن موسى عن

نافع بن جبیر بن مطعم عن أبيه“ کی سند سے مرفوعاً نقل کیا کہ ((أیام التشریق کلها

ذبح)) تمام ایام تشریق میں ذبح ہے۔

اس روایت کا بنیادی راوی سويد بن عبدالعزيز ضعیف ہے۔ ﴿دیکھیے تقریب التہذیب: ۲۶۹۲﴾

حافظ پیشی نے کہا: ”ضعفه جمهور الأئمة“

اور اسے جمهور اماموں نے ضعیف کہا ہے۔ ﴿مجمع الزوائد ۳/۱۲۷﴾

روایت نمبر ۴: ایک روایت میں آیا ہے کہ ”عن سليمان بن موسى أن عمرو بن دينار

حدثه عن جبیر بن مطعم أن رسول الله ﷺ قال: كل أيام التشريق ذبح“

﴿سنن الدارقطني ۴/۲۸۴ ح ۴۷۱۳، والسنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۶﴾

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

۱: اس کا راوی احمد بن عیسیٰ الخشاب سخت مجروح ہے۔

﴿دیکھئے لسان المیزان ﴿ج ۱ ص ۲۴۰، ۲۴۱﴾﴾

۲: عمرو بن دینار کی جبیر بن مطعم ؓ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے الموسوعة الحديثية

﴿ج ۲ ص ۳۱۷﴾

تنبیہ: ایک روایت میں ”الولید بن مسلم عن حفص بن غیلان عن سليمان بن

موسی عن محمد بن المنکدر عن جبیر بن مطعم“ کی سند سے آیا ہے کہ ”عرفات موقف

وادفعوا من عرنة والمزدلفة موقف وادفعوا عن محسر“

﴿مسند الشاميين ۲/۳۸۹ ح ۱۵۵۶، ونصب الرأية ۳/۶۱ مختصراً﴾

اس روایت کی سند ولید بن مسلم کی تالیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس میں ایام تشریق میں

ذبح کا بھی ذکر نہیں ہے۔

خلاصۃ التحقیق: ایام تشریق میں ذبح والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے لہذا

اسے صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔

آثار صحابہ: روایت مسؤلہ کے ضعیف ہونے کے بعد آثار صحابہ کی تحقیق درج ذیل ہے:

۱:.....سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”الأضحی یومان بعد یوم الأضحی“
قربانی والے دن کے بعد (مزید) دو دن قربانی (ہوتی) ہے۔

﴿موطا امام مالک ج ۲ ص ۲۸۷ ح ۱۰۷۱ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۷﴾

۲:.....سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”النحر یومان بعد یوم النحر وأفضلها یوم

النحر“ قربانی کے دن کے بعد دو دن قربانی ہے اور افضل قربانی نحر والے (پہلے) دن ہے۔

﴿احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۵ ح ۱۵۷۱، وسندہ حسن﴾

۳:.....سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”الأضحی یومان بعده“ قربانی والے

(اول) دن کے بعد دو دن قربانی ہوتی ہے۔ ﴿احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۶ ح ۱۵۷۶، وهو صحیح﴾

۴:.....سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: النحر ثلاثة أيام“ قربانی کے تین دن ہیں۔

﴿احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۵ ح ۵۶۹، وهو حسن﴾

تنبیہ: احکام القرآن میں ”حماد بن سلمة بن كهیل عن حجة عن علی“ ہے جبکہ

صحیح ”حماد عن سلمة بن كهیل عن حجة عن علی“ ہے جیسا کہ کتب اسماء الرجال سے ظاہر ہے اور حماد سے مراد حماد بن سلمہ ہے۔ والحمد للہ

ان کے مقابلے میں چند آثار درج ذیل ہیں:

۱:.....حسن بصری نے کہا: عید الاضحیٰ کے دن کے بعد تین دن قربانی ہے۔

﴿احکام القرآن للطحاوی ۲/۲۰۶ ح ۱۵۷۷ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۷ وسندہ صحیح﴾

۲:.....عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: ایام تشریق کے آخر تک (قربانی ہے)۔

﴿احکام القرآن ۲/۲۰۶ ح ۱۵۷۸ وسندہ حسن، السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۶ وسندہ حسن﴾

۳:.....عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: ”الأضحی یوم النحر وثلاثة أيام بعده“

قربانی عید کے دن اور اس کے بعد تین دن ہے ﴿السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۷ وسندہ حسن﴾
 امام شافعی اور عام اہل حدیث علماء کا یہی فتویٰ ہے کہ قربانی کے چار دن ہیں۔ بعض علماء اس
 سلسلے میں سیدنا جبیرؓ کی طرف منسوب روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں لیکن یہ روایت
 ضعیف ہے جیسا کہ سابقہ صفحات پر تفصیلاً ثابت کر دیا گیا ہے۔

۴..... سیدنا ابوامامہ بن سہل بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ مسلمان اپنی قربانیاں خریدتے
 پھر انہیں (کھلا کھلا کر) موٹا کرتے پھر عید الاضحیٰ کے بعد آخری ذوالحجہ (تک) کو ذبح کرتے۔

﴿السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۲۹۷، ۲۹۸ وسندہ صحیح!!﴾

ان سب آثار میں سیدنا علی بن ابی طالبؓ وغیرہ کا قول رائج ہے کہ قربانی تین دن
 ہے: عید الاضحیٰ اور دو دن بعد۔

ابن حزم نے ابن شیبہ سے نقل کیا ہے کہ ”نازید بن الحباب عن معاویہ بن
 صالح: حدثنی أبو مریم: سمعت أبا هريرة يقول: الأضحية ثلاثة أيام“

یعنی سیدنا ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ قربانی تین دن ہے ﴿المحلی ج ۷ ص ۳۷۷ مسئلہ: ۹۸۲﴾
 اس روایت کی سند حسن ہے لیکن مصنف ابن ابی شیبہ (مطبوع) میں یہ روایت نہیں ملی۔ واللہ

اعلم

فائدہ:

نبی کریم ﷺ نے ابتدا میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا، بعد میں
 یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ یہ ممانعت اس کی دلیل ہے کہ قربانی تین دن ہے والا قول ہی رائج ہے۔ اس ساری
 تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ سے صراحۃً اس باب میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے اور آثار میں اختلاف
 ہے لیکن سیدنا علیؓ اور جمہور صحابہ کرام کا یہی قول ہے کہ قربانی کے تین دن (عید الاضحیٰ اور دو دن بعد)

ہیں، ہماری تحقیق میں یہی رائج ہے اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم

﴿۲/مئی ۲۰۰۷ء﴾

﴿ماہنامہ الحدیث حضور، شمارہ نمبر ۴۴، ص ۶ تا ۱۱، جنوری ۲۰۰۸ء﴾



(2) قربانی کے چار یا تین دن؟

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين، أما بعد:
دولت نگر (ضلع گجرات) میں جناب خرم ارشاد محمدی صاحب.....

نے مجھے ایک مفصل خط لکھ کر قربانی کے دنوں کی تحقیق کا مطالبہ کیا تھا لہذا میں نے اس خط کے جواب میں ایک تحقیقی مضمون لکھا، جسے بعد میں کئی علمائے اہل حدیث (حفظہم اللہ تعالیٰ) کی خدمت میں بھیج دیا۔ جب کئی مہینوں تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو پھر ۲/مئی ۲۰۰۷ء والے مضمون ”قربانی کے تین دن ہیں“ کو خرم صاحب کے مسلسل مطالبہ اشاعت کے بعد ماہنامہ الحدیث حضور، عدد: ۴۴ (جنوری ۲۰۰۸ء) میں شائع کر دیا۔ اب کافی عرصے بعد اس تحقیقی مضمون کا ردِ عمل ہفت روزہ اہلحدیث لاہور (جلد ۴۰ شمارہ ۴۷، ۲۸ نومبر تا ۱۱ دسمبر ۲۰۰۹ء) میں جناب ڈاکٹر (پروفیسر) حافظ محمد شریف شاہ صاحب کے قلم سے بعنوان ”قربانی کے چار دن“ شائع ہوا ہے۔ ﴿ص ۱۷-۲۰﴾

اس مضمون کے سلسلے میں چند معروضات درج ذیل ہیں:

۱: ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے: ”ایام قربانی عید الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن ہیں: اس کے

قائل حضرت علیؑ ہیں اور یہی مذہب.....“ ﴿ص ۱۷﴾

مؤدبانہ عرض ہے کہ سیدنا علیؑ کی طرف منسوب یہ بات کس کتاب میں صحیح یا حسن سند کے

ساتھ مذکور ہے؟ حوالہ پیش کریں۔!

حافظ ابن القیم اور علامہ نووی کے اقوال پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ انہوں نے سیدنا علیؑ تک اپنے اقوال منقولہ کی کوئی صحیح متصل یا حسن متصل سند پیش نہیں کیا اور یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ ان دونوں کی پیدائش سے صدیوں پہلے سیدنا علیؑ شہید ہو گئے تھے۔ آگے چل کر ڈاکٹر صاحب نے حافظ ابن القیم اور علامہ نووی کے بے سند حوالوں کی بنیاد پر یہ بات لکھ دی ہے کہ ”موصوف نے حضرت علیؑ کا تین دن قربانی والا قول تو نقل کر دیا لیکن حضرت علیؑ کا چار دن والا درج ذیل قول کیوں کر مفقود نظر رہا؟“ ﴿ص ۱۹﴾

عرض ہے کہ مفقود کی بات تو بعد میں ہوگی، پہلے آپ اس قول کی صحیح یا حسن سند پیش تو فرمادیں!
۲: پروفیسر صاحب نے لکھا ہے:

”..... اور آثار میں بھی اختلاف ہے تو موصوف کو اہل حدیث کے متفق علیہ مسلک“ ﴿ص ۱۷﴾

عرض ہے کہ کیا سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اہل حدیث کے مسلک سے باہر تھے جو یہ فرماتے تھے کہ قربانی والے دن کے بعد دو دن قربانی ہے۔ ﴿موطا امام مالک ج ۲ ص ۲۸۷ و سندہ صحیح﴾
۳:..... ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے: ”قواعد حدیث کے مطابق صحیح سند کے مقابلہ میں حسن سند مرجوح ہوتی ہے نہ کہ رائج، تو موصوف صحیح سند کے مقابلے میں حسن کو کس اصول کے تحت رائج قرار دے رہے ہیں؟؟“

مزعومہ و مبینہ قواعد حدیث میں نظر کے علاوہ عرض ہے کہ سیدنا علیؑ سے یہ ثابت ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں۔ (وہو حسن) اگر اس کے مقابلے میں آپ کے پاس کوئی صحیح سند ہے تو پیش کریں اور اگر صحیح نہیں ہے تو حسن پیش کریں اور اگر کوئی متصل سند ہے ہی نہیں تو پھر حسن سے نامعلوم صحیح کو ٹکرا نا غلط ہے۔

۴: پروفیسر صاحب نے علامہ قرطبی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک چار دن ہیں۔ ﴿ص ۲۰ ملخصاً بعنوان: ابن عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول﴾

عرض ہے کہ یہ دوسرا قول بے سند ہونے کی وجہ سے غیر ثابت اور مردود ہے، لہذا معارضہ کیسا؟ صحیح سند کے مقابلے میں بے سند اقوال پیش کرنے کا آخر فائدہ کیا ہے؟

۵: ڈاکٹر صاحب نے شوکانی یمنی کے حوالے سے لکھا ہے: ”عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ

ایام معدودات چار دن ہیں.....“ ﴿۲۰﴾

عرض ہے کہ یہ بے سند قول احکام القرآن للطحاوی (۲، ۲۰۵، ۱۵۷۱ ح، ۱۵، سندہ حسن) کی اس روایت کے مقابلے مردود ہے، جس میں آیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: ”قربانی کے دن کے بعد دو دن قربانی ہے اور افضل قربانی نحر والے (پہلے) دن ہے۔“

﴿دیکھئے الحدیث حضور: ۴۴ ص ۱۰﴾

۶..... بے سند اقوال والے اس مضمون کے آخر میں پروفیسر صاحب نے لکھا ہے:

”یہ موصوف ہی بتا سکتے ہیں کہ جمہور صحابہ میں کون کون سے صحابہ کرام شامل ہیں“ ﴿ص ۲۰﴾

عرض ہے کہ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ (صحابی صغیر) کے اثر کے مقابلے میں اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آثار جمہور صحابہ کے آثار نہیں ہیں تو پھر جمہور سے کیا مراد ہے؟

یاد رہے کہ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا اثر: ”پھر عید الاضحیٰ کے بعد آخری ذوالحجہ (تک) کو ذبح کرتے“ (الحدیث: ۴۴ ص ۱۱) کے خود جناب ڈاکٹر اور پروفیسر صاحب بھی قائل نہیں بلکہ چار دنوں کی قربانی کے قائل ہیں، دوسرے یہ کہ اثر مذکورہ بالا جمہور صحابہ کے خلاف ہے۔

۷..... پروفیسر صاحب نے لکھا ہے: ”حافظ زبیر علی زئی صاحب کا دعویٰ ہے کہ ”قربانی کے

تین دن ہیں“ اور اپنے اس دعویٰ پر انہوں نے پہلی دلیل یہ پیش کی ہے کہ ”نبی کریم ﷺ نے ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا.....“ ﴿ص ۱۷﴾

عرض ہے کہ یہ میری پہلی دلیل نہیں بلکہ ذیلی اور تائیدی دلیل ہے، کیونکہ پہلی دلیل تو سیدنا علیؑ اور جمہور صحابہ کرام کے آثار ہیں اور یہ میرے دعوے کے بالکل مطابق ہیں۔

پروفیسر صاحب کا ذیلی دلیل کو پہلی دلیل قرار دے کر میری طرف منسوب کرنا غلط ہے۔

وما علینا الا البلاغ۔ (۲۵/نومبر ۲۰۰۹ء)

﴿ماہنامہ الحدیث حضور، شمارہ نمبر ۶۸ ص ۴۵ تا ۴۷، جنوری ۲۰۱۰ء﴾



قربانی کے احکام و مسائل

(۲۸) قول راجح میں قربانی کے تین دن ہیں۔ دیکھئے الحدیث: ۴۴ ص ۶ تا ۱۱۔

﴿ماہنامہ الحدیث حضور، شمارہ ۵۵ ص ۵۷، دسمبر ۲۰۰۸ء﴾



وہابیوں کا ایک اور دھماکہ

قربانی کی فضیلت:

بسنده صحیح رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں

وہابی مذہب شراٹگزى، فتنہ سامانى اور دھماکہ خىزى کا مرقع ہے، آئے دن نئے مسائل کھڑے کرنا وہابیوں کا شیوہ اور محبوب مشغلہ ہے، شریعت میں من مانی اور دین میں سینہ زوری ان کا ورثہ ہے، موجودہ حالات میں جہاں وہابیوں کے دیگر کئی دھماکے اور ہلاکت خیزیاں ہیں، وہاں ایک کدال انہوں نے ان احادیث پر بھی چلا دیا ہے جن میں قربانی کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے.....

ملاحظہ ہو!

وہابیوں کے ”قابل فخر محقق“ عبدالمنان نور پوری نے اپنی انوکھی اور نرالی تحقیق بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

”سنۃ ایکم ابراہیم“ والی روایت ضعیف ہے۔ آپ یہ روایت سن کر خوش تو بہت ہوئے لیکن یہ روایت صحیح نہیں..... قربانی کی فضیلت میں اکثر روایتیں کمزور ہی ہیں..... بات قربانی کی فضیلت کی آگئی ہے تو قربانی کی فضیلت کی روایتیں سماعت فرمائیں، ایک روایت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی قربانی کی فضیلت میں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

یوم النحر میں قربانی سے بڑھ کر اور کوئی فضیلت والا عمل نہیں، خون کا قطرہ، زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں اس کا بہت درجہ بن جاتا ہے..... یہ روایت بھی کمزور ہے۔ ابن العربی عارضۃ الاحوذی کے مؤلف ترمذی کے شارح فرماتے ہیں:

لیس فی فضل الاضحیۃ حدیث گھروں میں جو قربانیاں کی جاتی ہیں ان کی فضیلت میں ایک روایت بھی رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت نہیں۔ جتنی روایتیں بھی آتی ہیں۔ وہ سب کمزور ہیں..... خاص نام لے کر قربانی کی فضیلت والی روایتیں کمزور ہی ہیں۔ ﴿قربانی کے احکام ومسائل ۱۰، ۹﴾ چونکہ عام طور پر وہابیوں کی طرف سے یہ شور و غوغا کیا جاتا ہے کہ ضعیف اور کمزور روایت ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ لہذا ہمارا پرزور مطالبہ ہے کہ وہابی مولوی کے بقول جب قربانی کی فضیلت پر کوئی صحیح روایت نہیں ہے تو ان لوگوں کو چاہیے کہ وہ اس عمل سے دستبردار ہو کر اہل اسلام کے اس متفق علیہ موقف سے الگ ہو جائیں۔

اور یہ عجوبہ بھی ملاحظہ ہو کہ ایک طرف ان کی تحقیق یہ ہے کہ دریں مسئلہ روایات صحیح اور صریح نہیں ہیں۔ تو دوسری طرف وہ اہل سنت و جماعت کو چوتھے روز قربانی کے جواز پر بحث و مباحثہ کے چیلنج دیتے پھرتے ہیں۔

عوام الناس اس مسئلہ میں وہابیوں سے ضرور رابطہ کریں۔

ناشر: مرکزی جمعیت اہلسنت (حنفی بریلوی) گوجرانوالہ

﴿تاریخ اشاعت 2004ء﴾





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



شہر کراچی میں نور قرآن کی بھاریں

نصیب چمکائے! تھوڑے سے وقت کی قربانی دیجئے

آسان ترجمہ مدلل تفسیر

ملٹی میڈیا پروجیکٹر کا استعمال

نور قرآن سے منور ہو جائیے

مفتی محمد آصف عبداللہ قادری
عالم دین ممتاز

ہر اتوار بعد نمازِ ظہر دوپہر 2:00 بجے تا 2:45 بجے تک بمقام جامع مسجد گلفشاں، ایف، بی ایریا، کریم آباد، کراچی۔

ہر پیرات 9:30 بجے تا 11:00 بجے تک بمقام جامع مسجد نور، علی آباد، بلاک 3، کریم آباد، کراچی۔

ختم قادریہ شریف

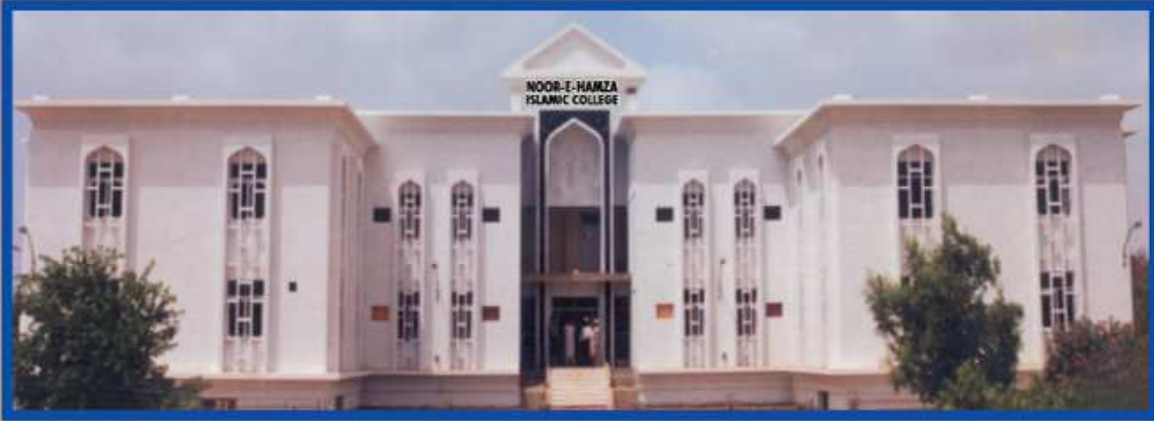
اپنی پریشانیوں اور مشکلات کے حل کیلئے ضرور تشریف لائیں

پرنور محفل ہر اتوار بعد نمازِ ظہر فوراً (ظہر 1:30 بجے ہے) بمقام جامع مسجد مین، صدیق آباد، کریم آباد، کراچی۔

یہ تمام پروگرام آپ www.gulfishanmasjid.net پر براہ راست (live) بھی سن سکتے ہیں

ماحول کی آلودگی میں کامیابی کا پاکیزہ سفر
آپ کا نختہ جگر آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا (انشاء اللہ تعالیٰ)

نور حمزہ اسلامک کالج



میٹرک پاس ہونہار طلباء کیلئے سنہری موقع (Golden Chance)

★ پرسکون تعلیمی ماحول جدید سہولیات سے مزین ہاسٹل
★ ایئر کنڈیشنڈ کلاس رومز

CLASSES STARTS ON 21st SEPT.

Education Programme of Aalim and MBA Degree

Admission Forms are Available Online

www.noorehamza.com

نور حمزہ اسلامک کالج، گلشن معمار، کراچی

بمقام

رابطہ: 0322-2232030